303

بسم اللہ الرحمن الرحیم — اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ — نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

اِنَّهٗ اٰوَى الْقَرْيَة

Digitized by Khilafat Library

الحکم

دار الامان قادیان

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

منارہ مسیح موعود

نمبر ۳۶	مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۳ء روز	جلد ۷

تذکرة الشہادتین

مگر آتھم نے اُسی مجلس بحث میں اپنی بے ادبی سے رجوع کر لیا تھا کیونکہ جب میں نے اُسکو کہا کہ یہ پیشگوئی اس لیے کی گئی ہے کہ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب اندرونہ بائبل میں دجال لکھا ہے تو سنتے ہی اُس کا چہرہ زرد ہو گیا اور نہایت تضرع سے اُس نے اپنی زبان منہ سے باہر نکالی اور دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لیے اور کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہرگز ایسا نہیں کہا اور بڑی عاجزی اور تضرع ظاہر کی جس وقت ساٹھ سے زیادہ مسلمان اور عیسائی وغیرہ موجود تھے کیا یہ ایسا لفظ نہیں تھا جسکو شوخی اور بے ادبی سے رجوع سمجھا جائے اور پھر وہ پندرہ مہینے تک مخالفت سے بالکل چپ رہا اور اکثر گریہ و بکا میں رہا اور اپنی حالت اُس نے بالکل بدل لی۔ پس ایک نیک دل ایماندار کے لیے یہ کافی ہے کہ اُس نے پندرہ مہینہ کے اندر کسی حد تک اپنی تبدیلی کر لی تھی اور چونکہ اُس نے خدا تعالیٰ سے خوف کھا کر زبان

اور تضرع اختیار کیا اور قطعاً شوخی اور گستاخی چھوڑ دی بلکہ امرتسر میں جو ایسے لوگوں کی صحبت سے میسر تھی اس صحبت کو ترک کر کے اور وہ مکان چھوڑ کر وہ فیروزپور میں جا کر مقیم ہو گیا پس ضرور تھا کہ وہ اس قدر خوف سے فائدہ اٹھاتا۔ سو اگرچہ اسباب سے محفوظ نہ رہا اور میرے پہلے بہت جلد تھوڑے دنوں میں مر گیا مگر کسی قدر شرط کے پورا کرنے سے فائدہ اٹھا لیا اس کے مقابل لیکھرام تھا جس نے پیشگوئی کی میعاد میں کوئی تضرع اور خوف ظاہر نہ کیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ گستاخ ہو کر بازاروں اور کوچوں اور شہروں اور دیہات میں توہین اسلام کرنے لگا تب وہ میعاد کے اندر ہی اپنی بداعمالی کی وجہ سے پکڑا گیا اور وہ زبان جو گالی اور بدزبانی میں چھری کی طرح چلتی تھی اسی چھری نے اُسکا کام تمام کر دیا۔

مرزا احمد بیگ کا داماد

پس ہر ایک شخص کو معلوم ہے کہ یہ پیشگوئی دو شخصوں کی نسبت تھی ایک احمد بیگ کی اور دوسری اُس کے داماد کی نسبت۔ سو ایک حصہ اس پیشگوئی کا میعاد کے اندر ہی پورا ہو گیا یعنی احمد بیگ میعاد کے اندر مر گیا اور وہ گویا ایک ٹانگ پیشگوئی کی پوری ہو گئی اب دوسری ٹانگ جو باقی ہے اُسکی نسبت جو اعتراض ہے افسوس کہ وہ دیانت کے ساتھ پیش نہیں کیا جاتا اور آجتک کسی معترض کے منہ سے یہ نہیں سنا کہ وہ ساتھ اعتراض کے یہ کہیں کہ اگرچہ اس پیشگوئی کا ایک حصہ پورا ہو چکا ہے اور ہم بصدق دل اعتراف کرتے ہیں کہ وہ پورا ہو گیا مگر دوسرا حصہ ابتک پورا نہیں ہوا بلکہ یہودیوں کی طرح پہلا حصہ جو واضح ہے بالکل مخفی رکھ کر اعتراض کرتے ہیں کیا ایسا شیوہ ایمان اور حیا اور راست بازی کے مطابق ہے؟ اس قطع نظر اُنکی اس طرز گفتگو کے جواب یہ ہے کہ یہ پیشگوئی بھی آتھم کی پیشگوئی کی طرح مشروط بالشرط ہے یعنی یہ لکھا گیا تھا کہ اس شرط سے وہ میعاد کے اندر پوری ہو گی کہ ان دونوں میں سے کوئی شخص خوف اور خشیت ظاہر کرے سو احمد بیگ کو خوفناک علامت پیش نہ آئی اور وہ پیشگوئی کو خلاف واقعہ سمجھتا رہا مگر احمد بیگ کے داماد اور اُسکے عزیزوں کو یہ خوفناک حالت پیش آگئی کیونکہ احمد بیگ کی موت نے اُن کے دلوں پر ایک لرزہ ڈال دیا جیسا کہ انسانی فطرت میں داخل ہے

نئے اخباروں اور رسالوں پر ریمارک

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے بعض رسالوں اور اخباروں پر ریمارک کیا تھا آج کی اشاعت میں اور چند پر نظر کرتے ہیں۔

پبلک | لودھیانہ سے لالہ نتھو لال صاحب بیری نے شائع کیا ہے۔ جو یوں تو بارہ صفحوں پر شائع ہوتا ہے مگر ایڈورٹائزنگ میٹر کے آٹھ صفحے ہوتے ہیں۔ عام معاملات پر متانت اور معقولیت کے ساتھ رائے ظاہر کی جاتی ہے۔ ہندو اور مسلمانوں کا سوال اس اخبار میں چھیڑا نہیں جاتا ہے بلکہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے پبلک کی نفع رسانی اس کا موضوع ہے ناظرین کو تفصیلی رائے قائم کرنے کے لیے نمونہ کا پرچہ منگا کر دیکھنا چاہیے سالانہ قیمت ۴؎ ہے۔

شریف لاہور | شریف کے اجرا سے پہلے ہم نے اس کے پراسپکٹس پر بطور اعلان چند سطریں لکھ کر شائع کر دی تھیں۔ اس کے ایڈیٹر ہمارے پرانے دوست سید بشارت علی صاحب دہلوی ہیں جن کا زور قلم اور تحریر کی رنگینی اور متانت معاصرین نے عموماً مانی ہوئی ہے۔ اخبارات کی عزت اور حیثیت کو قائم رکھنے اور ملک اہل ملک کے لیے اسے پسندیدہ بنانے کے واسطے جہاں تجربہ کار ذی علم، خلاق طبیعت اور اپنی زبان اور قلم پر پوری حکومت رکھنے والے ایڈیٹر کی ضرورت ہے وہاں متمول فراخ حوصلہ پروپرائٹر کی حاجت ہے۔ اس وقت شریف لائق ایڈیٹر کے ہاتھ میں ہے اور ایک متمول مالک کے اہتمام میں۔ یہی وجہ ہے کہ شریف ملک میں قبولیت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ شریف کی چھپائی، کتابت اور کاغذ کی طرف بھی خاص توجہ کی گئی ہے اور ہر قسم کے اہل مذاق کی ضیافت طبع کا سامان بہم پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تین ہزار چھپتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ سالانہ قیمت صرف عہ دو روپے۔ یہ سب کچھ ہے مگر ہم اپنے لائق معاصر سے درخواست کریں گے کہ وہ اپنی ترقی کے لیے لاٹری کے ناگوار سلسلہ کو چھوڑ دے۔ اور اشتہاری شکلوں خود اصلاح کرے۔

دلچسپ امرتسر | اس نام کا ماہوار رسالہ مولوی غلام محمد صاحب اختر نے شائع کیا ہے جس کے پانچ نمبر نکل چکے ہیں قیمت سالانہ صرف عہ ہے۔ اس رسالہ کو اسم با مسمیٰ بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے اور اس کی دلچسپی کی یہ کافی شہادت ہے کہ پانچ مہینے کی اندر دو ہزار اس کی اشاعت ہو گئی ہے ہم اپنے ہمعصر کی کامیابی کے آرزومند ہیں۔

زمیندار لاہور | ولایت میں دستور ہے کہ ملکی اور قومی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر مختلف شعبوں اور شاخوں کے مختلف اور مخصوص اخبار نکلتے ہیں جن کا موضوع اور مقصد ایک خاص مضمون ہوتا ہے دیسی پریس میں اخبار زمیندار لاہور کے اجرا سے ایک قابل قدر اور خاص اضافہ ہوا ہے۔ زمیندار لاہور خصوصیت کے ساتھ زمینداروں ہی کی صلاح اور خیر خواہی کے لیے شائع کیا گیا ہے جس کے ایڈیٹر منشی سراج الدین احمد صاحب زمینداروں کے حالات اور ضروریات سے پورے واقف ہیں۔ زمیندار میں شروع سے اخیر تک وہی مضامین ہیں جو زمینداروں کو کسی نہ کسی پہلو سے مفید ہو سکتے ہیں۔ غرضیکہ پوری کوشش کی جاتی ہے کہ یہ اخبار کے ذریعہ زمینداروں کی وکالت کی جاوے اور ان کو مفید مشورے دیکر فائدہ پہنچایا جاوے۔ یہ اخبار نہ صرف اہل ملک ہی کی قدردانی کے لائق ہے بلکہ گورنمنٹ کو بھی چاہیے کہ اپنے محکموں میں اس کی اشاعت کو وسیع کرے۔ اگر ایسا کیا جاوے تو یہ اخبار بہت ہی مفید نتائج پیدا کرنے کی اُمید دلا سکتا ہے۔ قیمت سالانہ [illegible] چھ روپے اور تین روپے علی قدر مراتب ہے۔

نوٹ) دوسرے رسالوں اور کتابوں پر ہم پھر کسی وقت لکھ سکیں گے۔ (ایڈیٹر)

الحکم کا آنے والا رنگ

میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ الحکم کی کیا حالت ہوگی اور وہ کس طرح قوم کے لیے مفید اور دلچسپ ہوگا پچھلے مہینوں میں بعض اسباب اور وجوہ کی بنا پر الحکم کی بے وقت اشاعت اور اس کی ترتیب کی دلچسپی کے کم ہو جانے کی جس قدر عام شکایت رہی ہے میں اس سے غافل اور ناواقف نہیں ہوں۔ ہاں بعد میں آئندہ کے لیے محض خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر کے اس کی تلافی کرنی چاہتا ہوں۔ اور یہ خدا تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہوگی اس لیے میں اپنے ناظرین سے بھی سردست یہی التماس کرتا ہوں کہ وہ اپنے محبوب الحکم اور اس کے ادنیٰ خادم کے لیے صدق دل سے دعا کریں کہ وہ اس ذمہ داری کے گراں بار کو پورے طور پر اٹھا سکے۔

بسا اوقات الحکم کی ذمہ داریوں کا تصور کر کے میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور میری کمزوری نے بعض اوقات مجھے یہاں تک مجبور کیا ہے کہ میں یہ خیال فاسد کر بیٹھا ہوں کہ اس خدمت سے الگ ہو جاؤں لیکن میں اپنے محسن و مخدوم حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کے احسانات میں سے یہ بھی عظیم الشان احسان سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جب کبھی مجھ سے اس قسم کا خیال سنا تو مجھے سخت نادم کیا ہے کہ میں اس خدمت سے الگ ہونے کا خیال کرتا ہوں جو اپنے اندر نبیوں اور رسولوں کے کام کا حصہ رکھتی ہے۔

حقیقت میں یہ خیال نہایت برا اور خوفناک ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے اس سے پناہ مانگتا ہوں میں خوب جانتا ہوں کہ الحکم کے ایڈیٹر کے کیا فرائض ہونے چاہئیں اور میں انہیں کہاں تک پورا کرتا ہوں یا کس حد تک کر سکتا ہوں۔ یہ قوم کا حسن ظن ہے کہ مجھے اس خدمت کے قابل سمجھتی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ ان بے ترتیبی اور بے وقت اشاعت کے مہینوں میں مجھے یہ اندازہ کرنے کا کافی موقع مل گیا ہے کہ قوم کے دل میں الحکم کے لیے کس قدر محبت، جوش اور ارادت اور اس کی پیاس ہے اور صرف یہی محبت اور جوش اور ضرورت ہے جو مجھے شرمندہ کر رہا ہے کہ قوم جب ایسی حالت میں بھی قدردانی کے لیے آمادہ اور طیار ہے تو پھر میں کیوں اپنی ممکن قوت اور طاقت سے اس کی بہتری کے لیے سعی نہ کروں۔ پس میں آئندہ کے لیے ہر رنگ خدمت قوم کے لیے آمادہ ہونے کی سعی کرتا ہوں اور خدا ہی کے فضل پر بھروسہ کرتا ہوں جیسا ہر ایک انسان اپنے احباب کی دعاؤں کا انتہائی محتاج ہے اس لیے اُمید کی جاتی ہے کہ میرے مخدوم و محترم دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر طرح سے اس قابل بنا دے کہ میں اس کی وہ خدمت کر سکوں جو وہ مجھ سے توقع کرتے ہیں۔

كتاب الجامعة الجديدة

في جزئها السادس والسابع

يصدر الجزء السادس والسابع من (مجلة الجامعة) في النصف الاول من دسمبر في ۱۵۰ صفحة اي جزئين. وهذا الجزء فيه ابواب المجلة الاعتيادية وكتاب جديد عدد موضوع جديد وهذا الكتاب عنوانه هكذا.

(اورشليم الجديدة)

او

فتح العرب بيت المقدس

[illegible] والاسرائيلية الجديدة فيها

وهو عبارة عن رواية شرقية تاريخية فلسفية اجتماعية

...تبحث فی حالۃ السلطنۃ البرنطیۃ یوم ظہور
الاسلام وحالۃ الاسلام والفتوحات الاسلامیۃ
ومنشاء وحالۃ المسیحیۃ والافکار السیاسیۃ والدینیۃ
التی کانت تختلج بین الناس واسباب سقوط
سلطنۃ برنطیۃ (الروم) وسلطنۃ الفرس
وقیام سلطنۃ العرب وفتوح الشام وفتح الاہرام
وعمر بن الخطاب بیت المقدس ودخولہ الیہا
وانشاء الجامع الاقصی علی انقاض ہیکل سلیمان
القدیم - وما یتبع ذلک من الابحاث
الاجتماعیۃ فی احوال الامم الثلاثۃ (الیہود
والمسلمین والمسیحیین) وہذا الکتاب فریدۃ
فی بابہ - وہو ہدیۃ لمشترکی الجامعۃ
وہو تابع للجزء السادس - ولغیرہم یباع
بفرنکین - واجرۃ البرید قرش صاغ +

دارالامان کا ہفتہ

۱- اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
[illegible] کے فضل و کرم سے مع اہل بیت بخیریت ہو
ہیں -

۲- بزرگان ملت بھی بخیریت ہیں - حضرت
قاضی امروہی نے ایک جدید اور لطیف رسالہ
مسمی الشہادتین کے نام سے لکھا ہے -
صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نے بھی ایک رسالہ
وفات مسیح پر نئی طرز کا لکھا ہے جو قابل دید ہے قیمت
[illegible] علاوہ محصول ڈاک [illegible] اپنا ہو باہر جا پر ساٹھ
سے کم نہیں روانہ ہونگے - پیر صاحب سے طلب کرنے
پر ملیگا - ورنہ نہیں -

۳- دارالامان کا یہ ہفتہ معمول کے موافق جو
سال کا آخری ہفتہ ہے خاص رونق کا ہفتہ ہوتا
ہے - عموماً احباب ایام کرسمس کی تعطیلات کی وجہ
سے بغرض حصول فیض حضرت اقدس کی خدمت
میں حاضر ہوتے ہیں لیکن چونکہ سال گذشتہ میں
بوجہ طاعون کے ملک میں پھیل جانے کے حضرت
مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے حضرت حجۃ اللہ
کے ایما سے ایک اعلان شائع کر دیا تھا کہ احباب
دسمبر کے آخری ایام میں دارالامان میں آنے سے
محترز رہیں اسلئے اس مرتبہ بھی احباب کی آمد
اس کثرت سے نہ تھی جیسا کہ ہمیشہ ہوا کرتی ہے -
تاہم لاہور - گجرات - پشاور - جموں - ملتان
لدھیانہ کے اضلاع سے اکثر لوگ دارالامان
میں حاضر ہیں -

۴- ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء کو بعد نماز ظہر حضرت
حجۃ اللہ علیہ السلام نے ایک لطیف تقریر فرمائی جو
۱۰ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء کے الحکم میں ان شاء اللہ
ساری کی ساری یکدفعہ شائع کر دیجاوے گی -

۵- ترک اسلام کا جواب چھپ رہا ہے بجز
جو کسی گذشتہ اشاعت میں اسکی ضخامت اندازہ کے
متعلق لکھے ہیں یہ لکھا تھا کہ ۳۰۰ صفحہ تک اگر
ہوگا تو اسکی لاگت [illegible] ہوگی چونکہ ابھی
معلوم نہیں کہ وہ کسقدر ضخیم ہو - اسلئے کوئی
اندازہ صحیح نہیں ہو سکتا -

۶- ۲۰ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء کی صبح کو بعد نماز فجر
میگزین کے حصہ داروں کی ایک عام کمیٹی ہوئی
جس میں آئندہ کے لیے فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ
تجارتی حصص کو نکال کر بالکل خیراتی کر دیا جاوے
جیسا کہ بورڈ آف ڈائرکٹرز نے حسب الایما
حضرت اقدس اس قسم کا ریزولیوشن پاس کیا
تھا کہ تجارتی حصہ داروں کو اطلاع دیجاوے
کہ اگر وہ چاہیں تو اپنا روپیہ واپس لے لیں یا
خیراتی مد میں منتقل کر دیں - اس کے متعلق یہ
انتظامی فیصلہ ہوگیا ہے جو عنقریب باقاعدہ
شائع ہوگا

۷- دسمبر کے آخری ہفتہ کی ہم ہمیشہ تعطیل
کیا کرتے ہیں لیکن اس سال کی آخری [illegible] ہی
ہیں چونکہ اخبار کی اشاعت بروقت میں بہت
کچھ تعویق اور حرج ہوتا رہا اور سال کے کچھ
پرچے نہیں ہو سکے ہیں اسلئے ہی اس کمی کا کوئی
سا حصہ پورا کرنے کے لیے شائع کیا جاتا ہے
اور جس قدر کمی رہ گئی ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ
پورا کرنے کی سعی اور اللہ تعالیٰ سے اسکی
توفیق چاہتے ہیں -

خبریں اور نوٹ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کابل میں

عنوان خبر

۲۰ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء کے روزانہ
اخبار عام کی پہلی ہی خبر نہایت
دردناک اور تشویش افزا خبر
ہے - اخبار عام لکھتا ہے کہ ۲۳ فوجی سپاہی امیر
کابل نے کورٹ مارشل کے بعد عام فوج کے سامنے
قتل کرادیے - الزام بغاوت کو قادیانی جھگڑا
کہا گیا ہے - عام ہی خبر کا ذمہ وار ہے ۲۳ ہمیں
تو کوئی شک نہیں کہ ۲۳ فوجی سپاہی پھانسی دیے
گئے ہیں کیونکہ ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء کا اخبار وکیل
بھی اس خبر کو ان الفاظ میں لکھتا ہے -

کابل میں ۲۳ فوجی سپاہیوں کو جو کہ جرم بغاوت
ماخوذ تھے کورٹ مارشل کے بعد بحکم امیر صاحب
پھانسی دیے گئے - اس دردناک منظر میں کابل
گیریزن کی تمام افواج موجود تھیں -

اخبار عام نے اس خبر کو ہمارے لیے بہت
ہی تشویش افزا بنا دیا ہے - اسلیے مزید تحقیق
کے بعد اسپر لکھنے کا ارادہ ہے -

ایمان پر جان قربان ہے

افواہاً معلوم ہوا ہے
کہ کابل میں ۱۲-۱۴ آدمی
اس جرم میں ماخوذ کیے
گئے ہیں اور انکو زیر حراست کیا گیا ہے کہ انھوں
نے حضرت مولانا مولوی صاحبزادہ عبد اللطیف
صاحب شہید رضی اللہ عنہ کی سنگساری کو ظلم
قرار دیا تھا - کہا جاتا ہے کہ امیر نے انکے
ورثا کو سمجھایا ہے کہ وہ انکو اپنے اس خیال سے
باز آنے کی ہدایت کریں مگر وہ کہتے ہیں کہ ہم کو
جان دینا منظور ہے لیکن ہم بے ایمانی نہیں
کر سکتے صاحبزادہ صاحب موصوف واقعی حق
پر تھے اور انکو ناحق شہید کرایا گیا ہے - مزید
حالات پھر -

شہید موصوف کو پتھروں میں سے نکالکر انکے
ایک مخلص شاگرد میاں نور احمد نے جو آج کل
مع اہل و عیال دارالامان میں ہجرت کیے ہوئے
آئے ہیں نہایت عزت و احترام سے جنازہ پڑھ
کر ایک صندوق میں رکھکر کابل کے [illegible]
قبرستان میں دفن کر دیا تھا

قبول اسلام

دہلی میں عید الفطر کے روز [illegible]
نماز ایک ہندو عورت مسلمان
ہو گئی ایک ہندو لڑکا بھی اس
دن مسلمان ہوا -

اوقات ریلوے [illegible]بدیل

یکم جنوری سنہ ۱۹۰۴ء سے وہ ٹرین جو امرتسر اور بٹالہ
کے درمیان چلتی ہے آئندہ پٹھانکوٹ تک جایا
کرے گی اور اسکے اوقات حسب ذیل ہونگے

		گھنٹہ - منٹ
امرتسر	روانگی	۱۲ - ۰
بٹالہ	آمد	۱۳ - ۳۴
	روانگی	۱۳ - ۴۴
پٹھانکوٹ	آمد	۱۴ - ۱۷

		گھنٹہ - منٹ
پٹھانکوٹ	روانگی	[illegible] - ۱۰
بٹالہ	آمد	[illegible] - ۱۳
	روانگی	[illegible] - ۱۰
امرتسر	آمد	[illegible] - ۴۵

Digitized by Khilafat Library

جب بحث فی حالة السلطنة البرنطية يوم ظهور الاسلام وحالة الاسلام والفتوحات الاسلامية يومئذ وحالة المسيحية والافكار السياسية والدينية التي كانت تختلج بين الناس واسباب سقوط سلطنة برنطية (الروم) وسلطنة الفرس وقيام سلطنة العرب وفتح الشام وفتح الامام عمر بن الخطاب بيت المقدس ودخوله اليها لانشاء الجامع الاقصى على انقاض هيكل سليمان القديم. وما يتبع ذلك من المباحثات الاجتماعية في احوال الامم الثلاث (اليهود والمسلمين والمسيحيين) وهذا الكتاب مزين برسوم جميلة. وسيهدى لمشتركي الجامعة لانه تابع للجزء السادس. ولغيرهم يباع بفرنكين واجرة البريد غرش صاغ +

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مع اہل بیت خیریت سے ہیں۔

۲۔ بندگان ملت بھی بخیریت ہیں۔ حضرت فاضل امروہی نے ایک جدید اور لطیف رسالہ سر الشہادتین کے نام سے لکھا ہے۔ صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نے بھی ایک رسالہ وفات مسیح پر بنی الطرز کا لکھا ہے جو قابل دید ہے تینوں رسالہ علاوہ محصول ڈاک تا ر آنہ ہوا ہر چہار رسالہ سے کم نہیں روانہ ہونگے۔ پیر صاحب سے طلب کرنے پر ملیگا۔ ورنہ نہیں۔

۳۔ دارالامان کا یہ ہفتہ معمول کے موافق جو سال کا آخری ہفتہ ہے خاص رونق کا ہفتہ ہوتا ہے۔ عموماً احباب ایام کرسمس کی تعطیلات کی وجہ سے بغرض حصول فیض حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں لیکن چونکہ سال گذشتہ میں بوجہ طاعون کے ملک میں پھیل جانے کے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت حجۃ اللہ کے ایماء سے ایک اعلان شائع کردیا تھا کہ احباب دسمبر کے آخری ایام میں دارالامان میں آنے سے محترز رہیں۔ اسلیے اس مرتبہ بھی احباب کی آمد اس کثرت سے نہ تھی جیسا کہ ہمیشہ ہوا کرتی ہے۔ تاہم لاہور۔ گجرات۔ پشاور۔ جموں۔ ملتان لودھیانہ کے اضلاع سے اکثر لوگ دارالامان میں حاضر ہوئے۔

۴۔ ۲۶ر دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء کو بعد نماز ظہر حضرت حجۃ اللہ ع م نے ایک لطیف تقریر فرمائی جو ۱ر جنوری سنہ ۱۹۰۴ء کے الحکم میں ان شاء اللہ ساری کی ساری یکدفعہ شائع کردیجاوے گی۔

۵۔ ترک اسلام کا جواب چھپ رہا ہے۔ ہم نے جو کسی گذشتہ اشاعت میں اسکی صفحات اشاعت کے متعلق لکھتے ہوئے کہا تھا کہ ۳۰۰ صفحہ تک اگر ہوگا تو اسکی لاگت ہو رہا ہے ہوگی چونکہ ابھی معلوم نہیں کہ وہ کسقدر ضخیم ہو اسلیے کوئی اندازہ صحیح نہیں ہوسکتا۔

۶۔ ۲۷ر دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء کی صبح کو بعد نماز فجر میگزین کے حصہ داروں کی ایک عام کمیٹی ہوئی جس میں آئندہ کے لیے فیصلہ کردیا گیا ہے کہ تجارتی حصص کو نکال کر بالکل خیراتی کردیا جاوے جیسا کہ بورڈ آف ڈائرکٹرز نے حسب الایماء حضرت اقدس اس قسم کا ریزولیوشن پاس کیا تھا کہ تجارتی حصہ داروں کو اطلاع دیجاوے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنا روپیہ واپس لے لیں یا خیراتی مد میں منتقل کردیں۔ اس کے متعلق یہ انتظامی فیصلہ ہوگیا ہے جو عنقریب باقاعدہ شائع ہوگا

۷۔ دسمبر کے آخری ہفتہ کی ہم ہمیشہ تعطیل کیا کرتے ہیں لیکن اس سال کی آخری سٹاف ہی تھی چونکہ اخبار کی اشاعت بروقت میں بہت کچھ تعویق اور حرج ہوتا رہا اور سال کے پرچے نہیں ہوسکے یہ اشتہار اس کمی کا کوئی ساحصہ پورا کرنے کے لیے شائع کیا جاتا ہے اور جس قدر کمی رہ گئی ہے وہ انشاءاللہ سنہ پورا کرنے کی سعی اور اللہ تعالیٰ سے اس کی توفیق چاہتے ہیں۔

خبریں اور نوٹ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کابل میں

عنوان خبر

۲۸ر دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء کے روزانہ اخبار عام کی پہلی ہی خبر نہایت دردناک اور تشویش افزا خبر ہے۔ اخبار عام لکھتا ہے کہ ۳۶ فوجی سپاہی امیر کابل نے کورٹ مارشل کے بعد عام فوج کے سامنے قتل کرادیے۔ الزام بغاوت کو قادیانی جھگڑا کہا گیا ہے۔ عام اسکی خبر کا ذمہ وار ہے۔ ہمیں تو کوئی شک نہیں کہ ۳۶ فوجی سپاہی پھانسی دیے گئے ہیں کیونکہ ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء کا اخبار وکیل بھی اس خبر کو ان الفاظ میں لکھتا ہے۔

کابل میں ۳۶ فوجی سپاہی جو بجرم بغاوت ماخوذ تھے کورٹ مارشل کے بعد بحکم امیر صاحب پھانسی دیے گئے اس دردناک منظر میں کابل گریزن کی تمام افواج موجود تھیں۔

اخبار عام نے اس خبر کو ہمارے لیے بہت ہی تشویش افزا بنادیا ہے۔ اسلیے مزید تحقیق کے بعد اسپر لکھنے کا ارادہ ہے۔

ایمان پر جان قربان کے

اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کابل میں ۱۴ آدمی اس جرم میں ماخوذ کیے گئے ہیں اور انکو زیر حراست کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ کی سنگساری کو ظلم قرار دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ امیر نے ان کے ورثا کو سمجھایا ہے کہ وہ انکو اپنے اس خیال سے باز آنے کی ہدایت کریں مگر وہ کہتے ہیں کہ ہم کو جان دینا منظور ہے لیکن ہم بے ایمانی نہیں کرسکتے صاحبزادہ صاحب موصوف واقعی حق پر تھے اور انکو ناحق شہید کرایا گیا ہے۔ مزید حالات پھر۔

شہید موصوف کو پتھروں میں سے نکالکر انکے ایک مخلص شاگرد میاں نور احمد نے جو آج کل مع اہل وعیال دارالامان میں ہجرت کرکے چلے آئے ہیں نہایت عزت واحترام سے جنازہ پڑھ کر ایک صندوق میں رکھکر کابل کے بڑے قبرستان میں دفن کردیا تھا

قبول اسلام

بریلی میں عید الفطر کے روز قبل نماز ایک ہندو عورت مسلمان ہوگئی ایک ہندو لڑکا بھی اس دن مسلمان ہوا۔

اوقات ریلوے میں تبدیل

یکم جنوری سنہ ۱۹۰۴ء سے وہ ٹرین جو امرتسر اور بٹالہ کے درمیان چلتی ہے آئندہ پٹھانکوٹ تک جایا کرے گی اور اسکے اوقات حسب ذیل ہونگے

		گھنٹہ منٹ			گھنٹہ	منٹ
امرتسر	روانگی	۱۲ –	پٹھانکوٹ	روانگی	۱۰	۱۰
بٹالہ	آمد	۱۳ – ۳۴	بٹالہ	آمد	۱۳	۵۳
	روانگی	۱۳ –		روانگی	۱۴	۱۳
پٹھانکوٹ	آمد	۱۶ – ۰۰	امرتسر	آمد	۱۵	۴۵

بنگلور میں ایک پدر مین لیڈی نے اپنے بچہ کی پیدائش مخفی رکھی اور ایسی بڑی بیدردی سے ہلاک کر دیا اور اسپر ۴ ماہ قید کی سزا ہوئی جسکی اپیل ہائیکورٹ مدراس میں پہونچی۔

کرنیل محمد اسماعیل خان صاحب ایجنٹ کابل متعینہ ہندوستان وارد کلکتہ ہوئے۔ انکا بیان ہے کہ انھیں امیر صاحب کی سیاحت ہندوستان کے متعلق کچھ خبر نہیں۔

ایک عیسائی سیّاح

ہنوں کے ڈاکٹر ہیل جو مشنری ہیں بسواری بائیسکل صرف پہننے کے کپڑے لیکر ہندوستان کی سیاحت کے لیے نکلے ہیں وہ مختلف مذاہب کے فقرا اور بزرگوں سے ملنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ گیروے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور دیسی لباس ہے۔ ایک پیسہ بھی راستہ کے صرف کے واسطے نہیں لیا۔ جہاں رات کو لنگا سنا دی کرتے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ قادیان میں بھی آئینگے

کربلا میں ہیضہ وبائی شکل میں پھیل رہا ہے ہر روز پچاس یا ساٹھ موتیں ہیضہ سے ہوتی ہیں۔ بغداد کے گرداگرد کربلا سے آنیوالوں کے لیے قرنطینہ کی چوکیاں قائم کی گئیں۔

محکمہ ڈاک نے اخبار والوں کے ساتھ یکم جنوری ۱۹۰۲ء سے ایک اور رعایت کی ہے جو قابل شکر گذاری ہے کہ ایک پیسہ محصول میں بجائے ۲ تولہ کے ۴ تولے تک اخبار جایا کریگی۔

یکم جنوری ۱۹۰۲ء سے بوجہ ہر کے ٹیلیگرام کے جاری ہونے سے محکمہ تار نے بہت وسیع پیمانہ پر طیاریاں کر لی ہیں تار خود بخود چھپ جانے والا استعمال کیا جائے گا جو ۱۰۰ لفظ فی منٹ کے حساب سے پیغامات تار ایک سٹیشن سے دوسرے سٹیشن تک بڑی صحت کے ساتھ پہونچانے کا سکتے ہوں گے۔ ہرکاروں کی تعداد کو وسعت دیجائے گی۔ اور جہاں کہیں ضرورت ہوگی نئے تار کی لائن قائم کی جائیں گی۔

صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانجات امرتسر ڈویژن کی توجہ طلب

ہم امرتسر ڈویژن کے سپرنٹنڈنٹ صاحب کی توجہ دلانی کے شکر گذار ہیں جو وہ اس ڈویژن کی اصلاح کر رہے ہیں۔ بٹالہ سب ڈویژن میں دو انسپکٹر متعین کیے گئے ہیں کیونکہ ایک انسپکٹر پورے طور پر اپنے فرائض منصبی انجام نہیں دیسکتا تھا۔ ایک امر اور ہم آپ کی توجہ کے لیے پیش کرنا چاہتے ہیں امید ہے کہ اسپر پورا غور کیا جاویگا۔ جہاں ڈاک بذریعہ ہرکارگان جاتی ہے اُن لائن پر صرف تین سو روپیہ روزانہ بھیجا جا سکتا ہے حالانکہ بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں تین سو روپیہ سے بھی زیادہ روز کے منی آڈر آتے ہیں اور انکے ساتھ تین برانچ بھی ہیں پھر تین سو روپیہ روزانہ انکے لیے مکتفی کیسے ہو سکتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قادیان میں منی آڈر والوں کو بعض اوقات دو دو تین تین دن بعد منی آرڈر ملتے ہیں۔ ہمارے خیال میں ایک کیش اورسیر الگ مقرر ہونا چاہیے۔ جو ہر جگہ روپیہ فوراً پہونچائے۔ اور علاوہ بریں روزانہ روپیہ کی تعداد بھی بڑھا دینی چاہیے۔

یکم جنوری ۱۹۰۲ء سے چونکہ سری گوبندپور لائن الگ کر دی گئی ہے قادیان سے جانیوالے ہرکارہ کو وڈالہ رات رہنا پڑے گا۔ اور وہاں کوئی چوکی نہیں ہے ضرورۃ ہے کہ وڈالہ ایک چوکی ہرکارگان کے واسطے بنائی جاوے امید ہے کہ ان امور پر سپرنٹنڈنٹ صاحب ضرور نوٹس لیں گے

تعلیم الاسلام کالج کیلئے مفید تحریک

یادگار آمین

ہمارے محسن و مخدوم جناب نواب محمد علیخان صاحب ڈائرکٹر تعلیم الاسلام کالج کے صاحبزادگان سلمہم اللہ تعالیٰ کی تقریب آمین خیر گذشتہ اشاعت میں شائع ہوئی ہے۔

نواب صاحب ممدوح نے اس تقریب پر دارالامان کے احباب کو ایک دعوت بھی دی ہے ہماری دلی آرزو ہے کہ اس تقریب پر تعلیم الاسلام کالج کی امداد کے لیے ایک عملی فائدہ اُٹھایا جاوے اور اس تحریک کو لفظی طور پر پیش کرنے کے بجائے ہم عملی طور پر پیش کرتے ہیں امید ہے کہ ہمارے ذی وسعت احباب اور نواب صاحب ممدوح کے خاص دوست اس تحریک میں خصوصیت سے حصہ لیں گے۔

وہ تحریک یہ ہے کہ ایکسو روپیہ ماہوار بطور مستقل وظائف کے تعلیم دینیات کے لیے جمع کیا جاوے اور اس سے شاخ دینیات چلائی جاوے جسکے متعلق ہم الگ لکھیں گے۔ فی الحال ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس تحریک میں کسقدر بزرگ شامل ہوتے ہیں + عملی طور پر اس تحریک کے پیش کرنے کے لیے ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ نواب صاحب موصوف الحکم کے لیے جو سو روپیہ سالانہ چندہ دیا کرتے ہیں اس میں سے ۴۸ سالانہ یعنی چار روپے ماہوار یکم جنوری ۱۹۰۲ء سے اس شاخ دینیات کے لیے جدا کرتے ہیں اور نواب صاحب موصوف کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ وہ ۴۸ سالانہ اس فنڈ میں میرے سے منتقل کریں باقی صرف ۲۴ وظیفوں کی ضرورت ہے اور ۲۴۔ ایسے جواں مرد چاہییں جو چار چار روپے ماہوار کالج کو دینے کا عزم کریں اور کم از کم چار چار مہینے کا پیشگی روپیہ ڈائرکٹر صاحب تعلیم الاسلام کالج کے پاس بھیجدیں۔ اس تحریک میں اگر وہ لوگ جن کو نواب صاحب ممدوح کے ساتھ مخدوم اور خادم ہونے کا تعلق ہے خصوصیت سے حصہ لیں تو اس میں بھی ایک خصوصیت پیدا ہو سکتی ہے۔

تاہم ہم عام طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ کالج کے متعلق تعلیم دینیات کے سیکشن کو بہت مضبوط کرنے کے لیے جو لوگ حصہ لینا چاہیں وہ اس تحریک کے موافق ڈائرکٹر صاحب کو اطلاع دیں + یہ چار روپے ماہوار کا فنڈ ان تمام چندوں سے جو وہ مدرسہ کو پہلے سے دیتے ہیں الگ ہو گا۔

اگر نواب صاحب ممدوح کے اعلیٰ عہدہ داران جاگیر سے ہم دو وظیفوں کے لیے اور پرنسپل سٹاف سے ایک وظیفہ کے لیے اور عملہ عمارت سے ایک وظیفہ کے لیے اور عملہ کالج سے ایک وظیفہ کے لیے اور عملہ سکول سے ایک وظیفہ کے لیے درخواست کریں تو یہ چھ وظیفے ہو سکتے ہیں۔

غرض ۲۴ وظائف کا پورا ہونا کوئی بڑی بات نہیں اگر کوشش کی جاوے۔ اسکے متعلق کل اطلاع ڈائرکٹر صاحب ہی کو دیجاوے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں چھپکر شائع ہو +

کہ سخت سے سخت انسان نمونہ دیکھنے کے بعد
ضرور ہراساں ہو جاتا ہے سو ضرور تھا کہ اس کو
بھی مہلت دیجاتی سو یہ تمام اعتراضات جہالت
اور نابینائی اور تعصب کی وجہ سے ہیں نہ دیانت
اور حق طلبی کی وجہ سے جس شخص کے ہاتھ سے
اب تک دس لاکھ سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکے
ہیں اور ہو رہے ہیں کیا اگر ایک یا دو پیشگوئیاں
اُسکی کسی جاہل اور بدفہم اور غبی کی سمجھ میں
نہ آئیں تو اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ
تمام پیشگوئیاں صحیح نہیں ہیں میں یہ بات حتمی
وعدہ سے لکھتا ہوں کہ اگر کوئی مخالف خواہ
عیسائی ہو خواہ گجنتن مسلمان میری پیشگوئیوں
کے مقابل پر اُس شخص کی پیشگوئیوں کو جسکا
آسمان سے اُترنا خیال کرتے ہیں صفائی اور
یقین اور بداہت کے مرتبہ پر زیادہ ثابت
کر سکے تو میں اسکو نقد ایکہزار روپیہ دینے
کو طیار ہوں مگر ثابت کرنے کا یہ طریق نہیں
ہوگا کہ وہ قرآن شریف کو پیش کرے کہ
قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی
مان لیا ہے اور اُسکو نبی قرار دیدیا ہے
کیونکہ اسطرح تو میں بھی زور سے دعوے
کرتا ہوں کہ قرآن شریف میری سچائی کا بھی
گواہ ہے قرآن شریف میں کہیں یسوع کا لفظ
نہیں ہے مگر میری نسبت منکم کا لفظ
موجود ہے اور دوسری بہت سی علامات
موجود ہیں بلکہ اسجگہ میرا صرف یہ مطلب ہے
کہ قرآن شریف سے قطع نظر کر کے محض میری
پیشگوئیوں اور یسوع کی پیشگوئیوں پر
عدالتوں کی عام تحقیق کے رنگ میں نظر
ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ ان دونوں میں
سے کس کی پیشگوئیاں یا اکثر حصہ اُن کا بحکم
عقل کمال صفائی سے پورا ہو گیا اور کونسا
اسدرجہ پر نہیں ۔ یعنی یہ تحقیقات اور مقابلہ
ایسے طور سے ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص
قرآن شریف سے منکر ہو تو وہ بھی رائے
ظاہر کر سکے کہ ثبوت کا پہلو کس طرف ہے۔
ماسوا اس کے اسجگہ مجھے افسوس آتا ہے
کہ ہمارے مخالف مسلمان جو کہلاتے ہیں لیکن
اسلام کے اصول سے بے خبر ہیں اسلام
میں یہ مسلم امر ہے کہ جو پیشگوئی وعید کے
متعلق ہو اُسکی نسبت ضروری نہیں کہ خدا
اسکو پورا کرے یعنی جب پیشگوئی کا یہ مضمون
ہو کہ کسی شخص یا گروہ پر کوئی بلا پڑے گی
اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اس بلا
کو ٹالدے جیسا کہ یونس کی پیشگوئی کو جو
چالیس دن تک محدود تھی ٹالدیا لیکن جس

پیشگوئی میں وعدہ ہو یعنی کسی انعام
اکرام کی نسبت پیشگوئی ہو وہ کسی طرح
ٹل نہیں سکتی خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے
کہ ان اللہ لا یخلف المیعاد
مگر کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ ان اللہ لا
یخلف الوعید۔ پس اسمیں راز یہی
ہے کہ وعید کی پیشگوئی خوف اور دعا
اور صدقہ خیرات سے ٹل سکتی ہے تمام
پیغمبروں کا اسپر اتفاق ہے کہ صدقہ
اور دعا اور خوف اور خشوع سے وہ بلا
جو خدا کے علم میں ہے جو کسی شخص پر آنیکی
وہ رد ہو سکتی ہے اب سوچ لو کہ وہ ایک
بلا جو خدا کے علم میں ہے اگر کسی نبی یا ولی
کو اسکی اطلاع دیجائے تو اُس کا نام
اُسوقت پیشگوئی ہوگا جب وہ نبی یا
ولی دوسرونکو اُس بلا سے اطلاع دے
اور یہ ثابت شدہ بات ہے کہ بلا ٹل سکتی
ہے۔ پس ضرورتاً یہ نتیجہ نکلا کہ ایسی پیشگوئی
کے ظہور میں تاخیر ہو سکتی ہے جو کسی
بلا کی پیش خبری کی ہے۔

پھر ہم اپنے پہلے کلام کی طرف رجوع
کر کے لکھتے ہیں کہ مولوی صاحبزادہ عبداللطیف
صاحب جب قادیان میں آئے تو صرف
انکو یہی فائدہ نہ ہوا کہ انھوں نے مفصل
طور پر میرے دعوے کے دلائل سُنے بلکہ
اُن چند مہینوں کے عرصہ میں جو وہ قادیان
میں میرے پاس رہے اور ایک سفر جہلم
تک بھی میرے ساتھ کیا بعض آسمانی نشان
بھی میری تائید میں اُنھوں نے دیکھے ان
تمام براہین اور انوار اور خوارق کے
دیکھنے کی وجہ سے وہ فوق العادت یقین
سے بھر گئے اور طاقت بالا انکو کھینچ کر
لے گئی میں نے ایک موقعہ پر ایک اعتراض کا
جواب بھی اُنکو سمجھایا تھا جس سے وہ بہت
خوش ہوئے تھے ۔ اور وہ یہ کہ جس حالت
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ
ہیں اور آپکے خلفاء مثیل انبیاء بنی اسرائیل
ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسیح موعود کا نام
احادیث میں نبی کر کے پکارا گیا ہے مگر دوسرے
تمام خلفاء کو یہ نام نہیں دیا گیا۔ سو میں نے
اُنکو یہ جواب دیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم خاتم الانبیاء تھے اور آپکے بعد
کوئی نبی نہیں تھا اسلیے اگر تمام خلفاء کو
نبی کے نام سے پکارا جاتا تو امر ختم نبوت
مشتبہ ہو جاتا اور اگر کسی ایک فرد کو بھی
نبی کے نام سے نہ پکارا جاتا تو عدم مشابہت کا

اعتراض باقی رہ جاتا۔ کیونکہ موسیٰ کے خلفاء
نبی ہیں۔ اس لیے حکمت الٰہی نے یہ تقاضا کیا کہ
پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا
جائے اور اُن کا نام نبی نہ رکھا جائے اور یہ
مرتبہ انکو نہ دیا جائے تا ختم نبوت پر نشان ہو
پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام
سے پکارا جائے تا خلافت کے امر میں دونوں
سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو جائے۔ اور
ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ مسیح موعود کی نبوت
ظلی طور پر ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے
مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے
جیسا کہ ایک وحی میں خدا تعالیٰ نے مجھکو مخاطب
کر کے فرمایا تھا یا احمد جعلت مرسلا
اے احمد تو مرسل بنایا گیا ہے یعنی جیسا کہ بروز کی
رنگ میں تو احمد کے نام کا مستحق ہوا۔ حالانکہ تیرا
نام غلام احمد تھا سو اسی طرح بروز کے رنگ میں
نبی کے نام کا مستحق ہے کیونکہ احمد نبی ہے نبوت
اس سے منفک نہیں ہو سکتی۔ اور ایک دفعہ
یہ ذکر آیا کہ احادیث میں ہے کہ مسیح موعود دو
زرد رنگ چادروں میں اُترے گا ایک
چادر بدن کے اوپر کے حصہ میں ہوگی اور دوسری
چادر بدن کے نیچے کے حصہ میں۔ سو میں نے کہا
کہ یہ اسطرف اشارہ ہے کہ مسیح موعود دو بیماریوں
کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ کیونکہ تعبیر کے علم میں زرد
کپڑے سے مراد بیماری ہے۔ اور وہ دونوں
بیماریاں مجھ میں ہیں یعنی سر کی بیماری اور
دوسری کثرت پیشاب کی اور دستوں کی بیماری
۔ ایسا ہی وہ اسی جگہ تھے کہ بہت سے یقین اور بھاری
تبدیلی کی وجہ سے اُن پر الہام اور وحی کا دروازہ
کھولا گیا۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کھلے
لفظوں میں میری تصدیق کے بارے میں اُنھوں
نے شہادتیں پائیں جس کی وجہ سے آخر کار
اُنھوں نے اس شہادت کا شربت اپنے لیے
منظور کیا جس کے مفصل لکھنے کے لیے اب وقت
آگیا ہے۔ یہ یقیناً یاد رکھو کہ جس طرز سے انھوں
نے میری تصدیق کی راہ میں مرنا قبول کیا۔
اس قسم کی موت تیرہ سو برس کے سلسلہ میں بجز
نمونہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اور کسی جگہ نہیں
پاؤ گے۔ پس بلاشبہ اسطرح کا مرنا اور میری
تصدیق میں جان خدا تعالیٰ کے حوالہ کرنا یہ میری
سچائی پر ایک عظیم الشان نشان ہے مگر انکے
لیے جو سمجھ رکھتے ہیں۔ انسان شک و شبہ کی
حالت میں کب چاہتا ہے کہ اپنی جان دیوے
اور اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو تباہی میں
ڈالے پھر عجب تر یہ کہ یہ بزرگ معمولی انسان

مولا
غلام

نہیں تھا بلکہ ریاست کابل میں کئی لاکھ کی انکی اپنی جاگیر تھی۔ اور انگریزی عملداری میں بھی بہت سی زمین تھی اور طاقت علمی اس درجہ تک تھی کہ ریاست نے تمام مولویوں کا سردار قرار دیا تھا۔ وہ سب سے زیادہ عالم علم قرآن اور حدیث اور فقہ میں سمجھے جاتے تھے اور نئے امیر کی دستاربندی کی رسم بھی انہیں کے ہاتھ سے ہوتی تھی۔ اور اگر امیر فوت ہو جائے تو اُس کے جنازہ پڑھنے کے لیے بھی وہی مقرر تھے یہ وہ باتیں ہیں جو ہمیں معتبر ذریعہ سے پہنچی ہیں اور ان کی خاص زبان سے بھی سنا تھا کہ ریاست کابل میں پچاس ہزار کے قریب انکے معتقد اور ارادتمند ہیں جن میں سے بعض ارکان ریاست بھی تھے۔ غرض یہ بزرگ ملک کابل میں ایک فرد تھا اور کیا علم کے لحاظ سے اور کیا تقویٰ کے لحاظ سے اور کیا جاہ اور مرتبت کے لحاظ سے اور کیا خاندان کے لحاظ سے اُس ملک میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اور علاوہ مولوی کے خطاب کے صاحبزادہ اور اخوندزادہ اور شاہزادہ کے لقب سے اُس ملک میں مشہور تھے اور شہید مرحوم ایک بڑا کتب خانہ حدیث اور تفسیر اور فقہ اور تاریخ کا اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور نئی کتابوں کے خریدنے کے لیے ہمیشہ حریص تھے اور ہمیشہ درس تدریس کا شغل جاری تھا اور صدہا آدمی انکی شاگردی کا فخر حاصل کرکے مولویت کا خطاب پاتے تھے لیکن باایں ہمہ کمال یہ تھا کہ بے نفسی اور انکسار میں اس مرتبہ تک پہنچ گئے تھے کہ جب تک انسان فنا فی اللہ نہ ہو یہ مرتبہ نہیں پا سکتا۔ ہر ایک شخص کسی قدر شہرت اور علم سے محجوب ہو جاتا ہے اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھنے لگتا ہے اور وہی علم اور شہرت اور حق طلبی سے اسکو مانع ہو جاتی ہے۔ مگر یہ شخص ایسا بے نفس تھا کہ باوجودیکہ ایک مجموعہ فضائل کا جامع تھا مگر تب بھی کسی حقیقت حقہ کے قبول کرنے سے اسکو اپنی علمی اور عملی اور خاندانی وجاہت مانع نہیں ہو سکتی تھی اور آخر سچائی پر اپنی جان قربان کی۔ اور ہماری جماعت کے لیے ایک نمونہ ٹھہر گیا جس کی پابندی اصل منشا خدا کا ہے۔

اب ہم ذیل میں اس بزرگ کی شہادت کے واقعہ کو لکھتے ہیں کہ کس دردناک طریق سے وہ قتل کیا گیا۔ اور اس راہ میں کیا استقامت اُس نے دکھلائی کہ جبکہ کامل قوت ایمانی کے اس دور الفرد میں کوئی نہیں دکھلا سکتا اور بالآخر ہم یہ بھی لکھیں گے کہ ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا کیونکہ آج سے تئیس برس پہلے اُنکی شہادت کی نسبت خداتعالیٰ نے مجھے خبر دی تھی جسکو اُسی زمانہ میں میں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں شائع کیا تھا سو اس بزرگ مرحوم نے نہ فقط وہ نشان دکھلایا جو کامل استقامت کے رنگ میں اُس سے ظہور میں آیا بلکہ یہ دوسرا نشان بھی اُسکے ذریعہ سے ظاہر ہو گیا جو ایک مدت دراز کی پیشگوئی انکی شہادت سے پوری ہو گئی جیسا کہ ہم انشاء اللہ اخیر میں اس پیشگوئی کو درج کریں گے۔

واضح رہے کہ براہین احمدیہ کی پیشگوئی میں دو شہادتوں کا ذکر ہے۔ اور پہلی شہادت میاں عبدالرحمن مولوی صاحب موصوف کے شاگرد کی تھی جسکی خبر امیر عبدالرحمن یعنی اس امیر کے باپ سے ہوئی۔ اس لیے ہم بلحاظ ترتیب زمانی پہلے میاں عبدالرحمن مرحوم کی شہادت کا ذکر کرتے ہیں۔

بیان شہادت میاں عبدالرحمن مرحوم شاگرد مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب رئیس اعظم خوست ملک افغانستان

مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم کی شہادت سے تخمیناً دو برس پہلے ان کے ایما اور ہدایت سے میاں عبدالرحمن شاگرد رشید اُن کے قادیان میں شاید دو یا تین دفعہ آئے اور ہر ایک مرتبہ کئی کئی مہینے تک رہے اور متواتر صحبت اور تعلیم اور دلائل کے سننے سے انکا ایمان شہدا کا رنگ پکڑ گیا اور آخری دفعہ جب کابل واپس گئے تو وہ میری تعلیم سے پورا حصہ لے چکے تھے اور اتفاقاً انکی حاضری کے ایام میں بعض کتابیں میری طرف سے جہاد کی ممانعت میں چھپی تھیں۔ ان سے انکو یقین ہو گیا تھا کہ یہ سلسلہ جہاد کا مخالف ہے پھر ایسا اتفاق ہوا کہ جب وہ مجھ سے رخصت ہو کر پشاور میں پہنچے تو خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر سے جو پشاور تھے اور میرے مرید ہیں ملاقات ہوئی اور انہیں دنوں میں خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک رسالہ جہاد کی ممانعت میں شائع کیا تھا۔ اس سے انکو بھی اطلاع ہوئی اور وہ مضمون ایسا انکو دل میں بیٹھ گیا کہ کابل میں جا کر جا بجا انہوں نے یہ ذکر شروع کیا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا درست نہیں کیونکہ وہ ایک کثیر گروہ مسلمانوں کے حامی ہیں اور کئی کروڑ مسلمان امن و عافیت سے انکے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ تب یہ خبر رفتہ رفتہ امیر عبدالرحمن کو پہنچ گئی اور یہ بھی بعض مخبر پنجابیوں نے جو اُسکے ساتھ ملازمت کا تعلق رکھتے ہیں اُسپر ظاہر کیا کہ یہ ایک پنجابی شخص کا مرید ہے جو اپنے تئیں مسیح موعود ظاہر کرتا ہے۔ اور اُنکی یہ بھی تعلیم ہے کہ انگریزوں سے جہاد کرنا درست نہیں بلکہ اس زمانہ میں قطعاً جہاد کا مخالف ہے۔ تب امیر یہ بات سُنکر بہت برافروختہ ہو گیا اور اسکو قید کرنے کا حکم دیا تا مزید تحقیقات سے کچھ زیادہ حال معلوم ہو۔ آخر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ضرور یہ شخص مسیح قادیانی کا مرید اور مسئلہ جہاد کا مخالف ہے تب اُس مظلوم کو گردن میں کپڑا ڈالکر اور دم بند کرکے شہید کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ اس کی شہادت کے وقت بعض آسمانی نشان ظاہر ہوئے۔

یہ تو میاں عبدالرحمن شہید کا ذکر ہے اب ہم مولوی صاحبزادہ عبداللطیف کی شہادت کا دردناک ذکر کرتے ہیں اور اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ اس قسم کا ایمان حاصل کرنے کے لیے دعا کرتے رہیں کیونکہ جب تک انسان کچھ خدا کا اور کچھ دنیا کا ہے تب تک آسمان پر اس کا نام مومن نہیں۔

بیان واقعہ ہائلہ شہادت مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم رئیس اعظم خوست علاقہ کابل غفر اللہ لہ

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مولوی صاحب موصوف علاقہ کابل سے قادیان میں آکر کئی مہینے میرے پاس اور میری صحبت میں رہے پھر بعد اسکے جب آسمان پر یہ امر قطعی طور پر فیصلہ پا چکا کہ وہ درجہ شہادت پاویں تو اس کے لیے یہ تقریب پیدا ہوئی کہ وہ

مجھ سے رخصت ہوکر اپنے وطن کی طرف واپس تشریف لے گئے۔ اب جیسا کہ معتبر ذرائع سے اور خاص دیکھنے والوں کی معرفت مجھکو معلوم ہوا ہے قضاء و قدر سے یہ صورت پیش آئی کہ مولوی صاحب جب سرزمین علاقہ ریاست کابل کے نزدیک پہونچے تو علاقہ انگریزی میں ٹھہر کر برگیڈیر محمد حسین کوتوال کو جو اُن کا شاگرد تھا ایک خط لکھا کہ اگر آپ امیر صاحب سے میرے آنیکی اجازت حاصل کرکے مجھے اطلاع دیں تو امیر صاحب کے پاس بمقام کابل میں حاضر ہو جاؤں۔ بلا اجازت اسلیے تشریف نہ لے گئے کہ وقت سفر امیر صاحب کو یہ اطلاع دی تھی کہ میں حج کو جاتا ہوں۔ مگر وہ ارادہ قادیان میں بہت دیر تک ٹھہرنے سے پورا نہ ہو سکا اور وقت ہاتھ سے جاتا رہا اور چونکہ وہ میری نسبت شناخت کر چکے تھے کہ یہی شخص مسیح موعود ہے اسلیے میری صحبت میں رہنا انکو مقدم معلوم ہوا اور بموجب نص اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول حج کا ارادہ انہوں نے کسی دوسرے سال پر ڈالدیا۔ اور ہر ایک دل اس بات کو محسوس کر سکتا ہے کہ ایک حج کے ارادہ کرنے والے کیلیے اگر یہ بات پیش آجائے کہ وہ اُس مسیح موعود کو دیکھ لے جس کا تیرہ سو برس سے اہل اسلام میں انتظار ہے تو بموجب نص صریح قرآن اور احادیث کے وہ بغیر اُسکی اجازت کے حج کو نہیں جا سکتا ہاں باجازت اُسکے دوسرے وقت میں جا سکتا ہے۔ غرض چونکہ وہ مرحوم سیلاب الشوق اپنی صحبت سے حج نہ کر سکا اور قادیان میں ہی دن گذر گئے تو قبل اسکے کہ وہ سرزمین کابل میں وارد ہوں اور حدود ریاست کے اندر قدم رکھیں احتیاطاً قرین مصلحت سمجھا کہ انگریزی علاقہ میں رہ کر امیر کابل پر اپنی سرگزشت کھولدی جائے کہ اسطرح پر حج کرنے سے معذوری پیش آئی۔ سو انہوں نے مناسب سمجھا کہ برگیڈیر محمد حسین کو خط لکھا تا وہ مناسب موقعہ پر اصل حقیقت مناسب لفظوں میں امیر کے گوش گذار کر دیں اور اس خط میں یہ لکھا کہ اگرچہ میں حج کرنے کے لیے روانہ ہوا تھا مگر مسیح موعود کی مجھے زیارت ہو گئی۔ اور چونکہ مسیح کے ملنے کیلیے خدا اور رسول کا حکم ہے اس مجبوری سے مجھے قادیان میں ٹھہرنا پڑا اور میں نے اپنی طرف سے یہ کام نہیں کیا بلکہ قرآن اور حدیث کی رو سے اسی امر کو ضروری سمجھا۔ جب یہ خط برگیڈیر محمد حسین کوتوال کو پہونچا تو اُس نے وہ خط اپنی زانو کے نیچے رکھ لیا۔ اور اُسوقت پیش نہ کیا۔ مگر اُسکے نائب کو جو مخالف اور شریر آدمی تھا کسی طرح پتہ لگ گیا کہ یہ مولوی صاحب زادہ عبد اللطیف صاحب کا خط ہے اور وہ قادیان میں ٹھہرے رہے تب اُس نے وہ خط کسی تدبیر سے نکال لیا۔ اور امیر صاحب کے آگے پیش کر دیا۔ امیر صاحب نے برگیڈیر محمد حسین کوتوال سے دریافت کیا کہ کیا یہ خط آپ کے نام آیا ہے اُس نے امیر کے موجودہ غیظ و غضب سے خوف کھا کر انکار کر دیا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی صاحب شہید نے کئی دن پہلے خط کے جواب کا انتظار کرکے ایک اور خط بذریعہ ڈاک محمد حسین کوتوال کو لکھا۔ وہ خط افسر ڈاکخانہ نے کھول لیا اور امیر صاحب کو پہونچا دیا۔ چونکہ قضا و قدر سے مولوی صاحب کی شہادت مقدر تھی۔ اور وہ آسمان پر برگزیدہ بزمرہ شہداء داخل ہو چکا تھا اس لیے امیر صاحب نے اُنکے بلانے کے لیے حکمت عملی سے کام لیا اور اُن کی طرف خط لکھا کہ آپ بلا خطرہ چلے آؤ اگر یہ دعویٰ سچا ہو گا تو میں بھی مرید ہو جاؤنگا۔ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ خط امیر صاحب نے ڈاک میں بھیجا تھا یا دستی روانہ کیا تھا۔ بہرحال اس خط کو دیکھکر مولوی صاحب موصوف کابل کیطرف روانہ ہو گئے اور قضاء و قدر نے نازل ہونا شروع کر دیا۔ راوی لکھتے (بیان کرتے) ہیں کہ جب شہید مرحوم کابل کے بازار سے گذرے تو گھوڑے پر سوار تھے اور اُن کے پیچھے آٹھ سوار سرکاری تھے اور اُن کی تشریف آوری سے پہلے عام طور پر کابل میں مشہور تھا کہ امیر صاحب نے اخوند زادہ صاحب کو دھوکا دیکر بلایا ہے۔ اب خلاصہ کلام یہ کہ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جب اخوند زادہ صاحب مرحوم بازار سے گذرتے تھے تو ہم اور دوسرے بہت سے بازاری لوگ ساتھ چلے گئے اور یہ بھی بیان کیا کہ آٹھ سرکاری سوار حراست میں اُن کے ہمراہ تھے کیونکہ اُن کے خوست میں پہونچنے سے پہلے ہی سرکاری طور پر اُنکی گرفتاری کے لیے حاکم خوست کے نام حکم جا چکا تھا۔ غرض جب امیر صاحب کے روبرو پیش کیے گئے تو مخالفوں نے پہلے سے ہی امیر صاحب کا مزاج بہت کچھ متغیر کر رکھا تھا اس لیے وہ بہت ظالمانہ جوش سے پیش آیا اور حکم دیا کہ مجھے اِن سے بو آتی ہے اِنکو فاصلہ پر کھڑا کرو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ اِنکو اس قلعہ میں جس میں خود امیر صاحب رہتے ہیں قید کر دو اور زنجیر غراغراب لگا دو۔ یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیس سیر انگریزی کا ہوتا ہے۔ گردن سے کمر تک گھیر لیتا ہے اور اس میں ہتھکڑی بھی شامل ہے۔ اور نیز حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی وزنی آٹھ سیر انگریزی کی لگا دو۔ پھر اس کے بعد مولوی صاحب مرحوم چار مہینے قید میں رہے اور اس عرصہ میں کئی دفعہ انکو امیر کیطرف سے فہمائش ہوئی کہ اگر تم اس خیال سے توبہ کرو کہ قادیانی درحقیقت مسیح موعود ہے تو تمہیں رہائی دیجائیگی مگر ہر ایک مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں صاحب علم ہوں اور حق اور باطل کی شناخت کرنے کی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کے اختیار کرنے میں میری جان کی خیر نہیں ہے۔ اور میرے اہل و عیال کی بربادی ہے مگر میں اس وقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں۔ شہید مرحوم نے نہ ایک دفعہ بلکہ قید ہونے کی حالت میں بارہا یہی جواب دیا۔ اور یہ قید انگریزی قید کیطرح نہیں تھی جس میں انسانی کمزوری کا کچھ کچھ لحاظ رکھا جاتا ہے۔ بلکہ ایک سخت قید تھی جسکو انسان موت سے بدتر سمجھتا ہے اسلیے لوگوں نے شہید موصوف کی اس استقامت اور استقلال کو نہایت تعجب سے دیکھا اور درحقیقت تعجب کا مقام تھا کہ ایسا جلیل الشان شخص کہ جو کئی لاکھ روپیہ کی ریاست کابل میں جاگیر رکھتا تھا اور اپنے فضائل علمی اور تقویٰ کی وجہ سے گویا تمام سرزمین کابل کا پیشوا تھا۔ اور قریباً پچاس برس کی عمر تک تنعم اور آرام میں زندگی بسر کی تھی اور بہت سا اہل و عیال اور عزیز فرزند رکھتا تھا پھر یکدفعہ وہ ایسی سنگین قید میں ڈالا گیا جو موت سے بدتر تھی اور جس کے تصور سے بھی انسان کے بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔ ایسا نازک اندام اور نعمتوں کا پروردہ انسان وہ اس روح کے گداز کرنے والی قید میں صبر کر سکے۔ اور جان کو ایمان پر فدا کرے بالخصوص جس حالت میں امیر کابل کیطرف سے بار بار انکو پیغام پہونچتا تھا کہ اُس قادیانی شخص کے مصدق کے دعوے سے انکار کر دو تو تم باعزت رہا کیے جاؤگے مگر اُس قوی الایمان بزرگ نے اس بار بار کے وعدہ کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ اور بار بار یہی جواب دیا کہ مجھ سے یہ اُمید مت رکھو کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدم رکھلوں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ جسکو میں نے خوب شناخت کر لیا اور ہر ایک طرح سے تسلی کر لی اپنی موت کے خوف سے اُس کا انکار کر دوں۔ یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہوگا میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق پا لیا اسلیے چند روزہ زندگی کے لیے مجھ سے یہ بے ایمانی نہیں ہوگی کہ میں اس ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں۔ میں جان

چھوڑنے کے لیے طیار ہوں اور فیصلہ کر چکا ہوں کہ حق میرے ساتھ جائے گا۔ اس بزرگ کے بار بار کے یہ جواب ایسے تھے کہ سرزمین کابل کبھی ان کو فراموش نہیں کرے گی۔ اور کابل کے لوگوں نے اپنی تمام عمر میں یہ نمونہ ایمانداری اور استقامت کا کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔

اس جگہ یہ بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ کابل کے امیروں کا یہ طریق نہیں ہے کہ اس قدر بار بار وعدہ معافی دیکر ایک عقیدہ کے چھڑانے کے لیے توجہ دلائیں۔ لیکن مولوی عبد اللطیف صاحب مرحوم کی یہ خاص رعایت اس وجہ سے تھی کہ وہ ریاست کابل کا گویا ایک بازو تھا اور ہزارہا انسان اُن کے معتقد تھے۔ اور جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں وہ امیر کابل کی نظر میں اسقدر منتخب اہل فاضل تھا کہ تمام علماء میں آفتاب کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ پس ممکن ہے کہ امیر کو بجائے خود یہ رنج بھی ہو کہ ایسا برگزیدہ انسان علماء کے اتفاق رائے سے ضرور قتل کیا جائے گا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ آج کل ایک طرح سے عنان حکومت کابل کی مولویوں کے ہاتھ ہے۔ اور جس بات پر مولوی لوگ اتفاق کریں پھر ممکن نہیں کہ امیر اُسکے برخلاف کچھ کر سکے۔ پس یہ امر قرین قیاس ہے کہ امیر کو اس امر میں مولویوں کا خوف تھا اور وہ دل سے شہید مرحوم کو بے گناہ دیکھتا تھا۔ پس یہی وجہ ہے کہ قید کی تمام مدت میں یہی ہدایت کرتا رہا کہ اس شخص قادیانی کو مسیح موعود مت مانیں اور اس عقیدہ سے توبہ کریں تب آپ رہا کر دیے جاؤ گے اور اسی نیت سے اُس نے شہید مرحوم کو اُس قلعہ میں قید کیا تھا جس قلعہ میں وہ آپ رہتا تھا تا خود فہمائش کا موقع ملتا رہے اور اس جگہ ایک اور بات لکھنے کے قابل ہے کہ دراصل وہی ایک بات ہے جو اس بلا کی موجب ہوئی اور وہ یہ ہے کہ عبد الرحمن شہید کے وقت سے یہ بات امیر اور مولویوں کو خوب معلوم تھی کہ قادیانی جو مسیح موعود کا دعویٰ کرتا ہے جہاد کا سخت مخالف ہے اور اپنی کتابوں میں بار بار اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس زمانہ میں تلوار کا جہاد درست نہیں اور اتفاق سے اس امیر کے باپ نے جہاد کے واجب ہونے کے بارہ میں ایک رسالہ لکھا تھا جو میرے شائع کردہ رسالوں کے بالکل مخالف ہے۔ اور پنجاب کے شر انگیز بعض آدمی جو اپنے تئیں موحد یا اہل حدیث کے نام سے موسوم کرتے تھے امیر کے پاس پہنچ گئے تھے غالباً انکی زبانی امیر عبد الرحمن نے جو امیر حال کا باپ تھا میری اُن کتابوں کا مضمون سن لیا ہوگا اور عبد الرحمن شہید کے قتل کی بھی یہی وجہ ہوئی تھی کہ امیر عبد الرحمن نے خیال کیا تھا کہ یہ اُس گروہ کا انسان ہے جو لوگ جہاد کو حرام جانتے ہیں اور یہ بات یقینی ہے کہ قضاء و قدر کی کشش سے مولوی عبد اللطیف مرحوم سے بھی یہ غلطی ہوئی کہ اس قید کی حالت میں بھی جتلا دیا کہ اب یہ زمانہ جہاد کا نہیں اور وہ مسیح موعود جو درحقیقت مسیح ہے اسکی یہی تعلیم ہے کہ اب یہ زمانہ دلائل کے پیش کرنے کا ہے تلوار کے ذریعہ سے مذہب کو پھیلانا جائز نہیں۔ اور اب اس قسم کا جہاد ہرگز روا نہیں ہوگا بلکہ جلد ختم ہو جائے گا۔ چونکہ شہید مرحوم سچ کے بیان کرنے میں کسی کی پروا نہیں کرتے تھے اور درحقیقت انکو سچائی پھیلانے کے وقت اپنی موت کا بھی اندیشہ نہ تھا اسلیے ایسے الفاظ اُن کے منہ سے نکل گئے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اُن کے بعض شاگرد بیان کرتے ہیں کہ جب وہ وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لیے میرے خون کی محتاج ہے۔ اور درحقیقت وہ سچ کہتے تھے کیونکہ سرزمین کابل میں اگر ایک کروڑ اشتہار شائع کیا جاتا اور دلائل قویہ سے میرا مسیح موعود ہونا اُن میں ثابت کیا جاتا تو ان اشتہارات کا ہرگز ایسا اثر نہ ہوتا جیسا کہ اس شہید کے خون کا اثر ہوا۔ کابل کی سرزمین پر یہ خون اُس تخم کی مانند پڑا ہے جو تھوڑے عرصہ میں بڑا درخت بن جاتا ہے اور ہزارہا پرندے اس پر بسیرا لیتے ہیں۔ اب ہم اس دردناک واقعہ کا باقی حصہ اپنی جماعت کے لیے لکھکر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

اور وہ یہ ہے کہ

جب چار مہینے قید میں گذر گئے تب امیر نے اپنے روبرو شہید مرحوم کو بلا کر پھر اپنی عام کچہری میں توبہ کے لیے فہمائش کی اور بڑے زور سے رغبت دی کہ اگر تم اب بھی قادیانی کی تصدیق اور اُسکے اصولوں کی تصدیق سے میرے روبرو انکار کرو تو تمہاری جان بخشی کی جائے گی اور تم عزت کے ساتھ چھوڑے جاؤ گے۔ شہید مرحوم نے جواب دیا کہ یہ تو غیر ممکن ہے کہ میں سچائی سے توبہ کروں اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہو جاتا ہے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں جس کا عذاب ختم نہیں ہو سکتا۔ ہاں چونکہ میں سچا ہوں اسلیے چاہتا ہوں کہ ان مولویوں سے جو میرے عقیدہ کے مخالف ہیں میری بحث کرائی جائے۔ اگر میں دلائل کے رو سے جھوٹا نکلا تو مجھ کو سزا دیجائے۔ راوی اس قصہ کے کہتے ہیں کہ ہم اس گفتگو کے وقت موجود تھے امیر نے اس بات کو پسند کیا اور مسجد شاہی میں خان ملا خان اور آٹھ مفتی بحث کے لیے منتخب کیے گئے۔ اور ایک لاہوری ڈاکٹر جو خود پنجابی ہونیکی وجہ سے سخت مخالف تھا بطور ثالث کے مقرر کر کے بھیجا گیا۔ بحث کے وقت مجمع کثیر تھا اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اُس بحث کے وقت موجود تھے۔ مباحثہ تحریری تھا صرف تحریر ہوتی تھی اور کوئی بات حاضرین کو سنائی نہیں جاتی تھی۔ اس لیے اُس مباحثہ کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ سات بجے صبح سے تین بجے سہ پہر تک مباحثہ جاری رہا۔ پھر جب عصر کا آخری وقت ہوا تو کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ اور آخر بحث میں شہید مرحوم سے یہ بھی پوچھا گیا کہ اگر مسیح موعود یہی قادیانی ہے تو پھر تم عیسی علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہو کیا وہ واپس دنیا میں آئینگے یا نہیں تو انہوں نے بڑی استقامت سے جواب دیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اب وہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے قرآن کریم اُنکے مرنے اور واپس نہ آنے کا گواہ ہے تب وہ لوگ ان مولویوں کی طرح جنہوں نے حضرت عیسی کی بات کو سنکر اپنے کپڑے پھاڑ دیے تھے گالیاں دینے لگے اور کہا اب اس شخص کے کفر میں کیا شک رہا اور بڑی غضب کی حالت میں یہ کفر کا فتویٰ لکھا گیا پھر بعد اسکے اخوندزادہ حضرت شہید مرحوم اسی طرح پابزنجیر ہونے کی حالت میں قید خانہ میں بھیجے گئے اور اس جگہ یہ بات بیان کرنے سے رہ گئی ہے کہ جب شاہزادہ مرحوم کی اُن بدقسمت مولویوں کے ساتھ بحث ہوئی تھی تب آٹھ آدمی برہنہ تلواریں لیکر شہید مرحوم کے سر پر کھڑے تھے پھر بعد اس کے وہ فتویٰ کفر رات کے وقت امیر صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اور یہ چالاکی کی گئی کہ مباحثہ کے کاغذات اُن کی خدمت میں عمداً نہ بھیجے گئے اور نہ عوام پر اُن کا مضمون ظاہر کیا گیا یہ صاف اس بات پر دلیل تھی کہ مخالف مولوی شہید مرحوم کے ثبوت پیش کردہ کا کوئی رد نہ کر سکے۔ مگر افسوس امیر پر کہ اُس نے کفر کے فتویٰ پر ہی حکم لگا دیا اور مباحثہ کے کاغذات طلب نہ کیے۔ حالانکہ اسکو چاہیے تو یہ تھا کہ اس عادل حقیقی سے ڈر کر جسکی طرف عنقریب تمام دولت و حکومت کو چھوڑ کر واپس جائے گا خود مباحثہ کے وقت حاضر ہوتا۔ بالخصوص جبکہ وہ خود جانتا تھا کہ اس مباحثہ کا نتیجہ ایک معصوم بیگناہ کی جان ضائع کرنا ہے تو اس صورت میں مقتضا خدا ترسی کا یہی تھا کہ بہر حال اُفتاں و خیزاں اس مجلس میں جاتا اور نیز چاہیے تھا کہ قبل ثبوت کسی جرم کے اُس شہید مظلوم پر یہ سختی روا نہ رکھتا کہ ناحق ایک مدت تک قید کے عذاب میں اُنکو رکھتا اور زنجیروں اور ہتکڑیوں کے شکنجہ میں اُسکو دبایا جاتا اور آٹھ

سپاہی برہنہ شمشیروں کے ساتھ اُسکے سر پر کھڑے
کیے جاتے اور اسطرح ایک عذاب اور رعب
میں ڈالکر اُسکو ثبوت دینے سے روکا جاتا۔
پھر اگر اُس نے ایسا کیا تو عادلانہ حکم دینے
کے لیے یہ تو اُس کا فرض تھا کہ کاغذات مباحثہ
کے اپنے حضور میں طلب کرتا بلکہ پہلے سے
یہ تاکید کر دیتا کہ کاغذات مباحثہ کے میرے
پاس بھیجنے چاہییں اور نہ صرف اسبات پر
کفایت کرتا کہ آپ ان کاغذات کو دیکھتا
بلکہ چاہیے تھا کہ سرکاری طور پر ان کاغذات
کو چھپوا دیتا کہ دیکھو کیسے یہ شخص ہمارے
مولویوں کے مقابل پر مغلوب ہو گیا اور کچھ
ثبوت قادیانی کے مسیح موعود ہونے کے بارہ
میں اور نیز جہاد کی ممانعت میں اور حضرت مسیح
کے فوت ہونے کے بارے میں نہ دے سکا۔
ہائے وہ معصوم اُنکی نظر کے سامنے ایک
بکرے کیطرح ذبح کیا گیا اور باوجود صادق
ہونے کے اور باوجود پورا ثبوت دینے کے
اور باوجود ایسی استقامت کے کہ صرف
اولیاء کو ملتی ہے پھر بھی اُسکا پاک جسم
پتھروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا اور
اُسکی بیوی اور اُس کے یتیم بچوں کو خوست
سے گرفتار کرکے بڑی ذلت اور عذاب کے
ساتھ کسی اور جگہ حراست میں بھیجا گیا۔
اے نادان! کیا مسلمانوں میں اختلاف
مذہب اور رائے کی یہی سزا ہوا کرتی ہے
تو نے کیا سوچ کر یہ خون کر دیا۔ سلطنت
انگریزی جو امیر کی نگاہ میں اور نیز اس کے
مولویوں کے خیال میں ایک کافر کی سلطنت ہے
کس قدر مختلف فرقے اس سلطنت کے زیر
سایہ رہتے ہیں کیا اب تک اس سلطنت نے
کسی مسلمان یا ہندو کو اس قصور کی بنا پر
پھانسی دیدیا کہ اسکی رائے پادریوں کی رائے
کے مخالف ہے۔ افسوس آسمان کے نیچے
یہ بڑا ظلم ہوا کہ ایک بیگناہ معصوم باوجود
صادق ہونے کے اور باوجود اہل حق ہونیکے
اور باوجود ایسے کے کہ وہ ہزارہا معزز لوگوں
کی شہادت سے تقوے اور طہارت کے پاک
پیرایہ سے مزین تھا اسطرح بیرحمی سے
محض اختلاف مذہب کی وجہ سے مارا گیا۔
اس امیر سے وہ گورنر ہزارہا درجہ
اچھا تھا جس نے ایک مخبری پر حضرت مسیح
گرفتار کر لیا تھا یعنی پیلاطوس جس کا آج تک
انجیلوں میں ذکر موجود ہے کیونکہ اُس نے
یہودیوں کے مولویوں کو جبکہ انھوں نے
حضرت مسیح پر کفر کا فتویٰ لکھکر یہ درخواست
کی کہ اسکو صلیب دی جائے یہ جواب دیا
کہ اس شخص کا میں کوئی گناہ نہیں دیکھتا۔
افسوس اس امیر کو کم سے کم اپنے مولویوں
سے یہ تو پوچھنا چاہیے تھا کہ یہ سنگساری
کا فتویٰ کس قسم کے کفر پر دیا گیا۔ اور
اختلاف کو کیوں کفر میں داخل کیا گیا۔
اور کیوں انھیں یہ نہ کہا گیا کہ تمہارے
فرقوں میں خود اختلاف بہت ہیں۔ کیا
ایک فرقہ کو چھوڑ کر دوسروں کو سنگسار کرنا
چاہیے جس امیر کا یہ طریق اور یہ عدل ہے
نہ معلوم وہ خدا کو کیا جواب دیگا
بعد اس کے کہ فتوے کفر لگا کر شہید مرحوم
قید خانہ میں بھیجا گیا۔ صبح روز شنبہ کو شہید
موصوف کو سلام خانہ یعنی خاص مکان
دربار امیر صاحب میں بلا گیا۔ اُسوقت بھی
بڑا مجمع تھا۔ امیر صاحب جب ارگ یعنی
قلعہ سے نکلے تو راستہ میں شہید مرحوم ایک
جگہ بیٹھے تھے اُن کے پاس ہو کر گذرے
اور پوچھا کہ اخوند زادہ صاحب کیا فیصلہ
ہوا۔ شہید مرحوم کچھ نہ بولے کیونکہ وہ
جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ظلم پر کمر باندھی
ہے مگر سپاہیوں میں سے کسی نے کہا کہ ملامت
ہو گیا یعنی کفر کا فتویٰ لگ گیا۔ پھر امیر
صاحب جب اپنے اجلاس پر آئے تو اجلاس
میں بیٹھتے ہی پہلے اخوند زادہ صاحب مرحوم
کو بلایا اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ
گیا ہے اب کہو کہ کیا توبہ کرو گے یا سزا
پاؤ گے تو انھوں نے صاف لفظوں میں انکار
کیا اور کہا کہ میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا
کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں
یہ مجھ سے نہیں ہوگا تب امیر نے دوبارہ توبہ
کے لیے کہا اور توبہ کی حالت میں بہت
اُمید دی اور وعدہ معافی دیا۔ مگر شہید
موصوف نے بڑے زور سے انکار کیا اور
کہا کہ مجھ سے یہ اُمید مت رکھو کہ میں سچائی
سے توبہ کروں۔
ان باتوں کو بیان کرنے والے کہتے ہیں
کہ یہ سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ ہم خود اس
مجمع میں موجود تھے اور مجمع کثیر تھا۔ شہید
مرحوم ہر ایک فہمایش کا زور سے انکار کرتا
تھا اور وہ اپنے لیے فیصلہ کر چکا تھا کہ
ضرور ہے کہ میں اس راہ میں جان دوں۔
تب اُس نے یہ بھی کہا کہ میں بعد قتل چھ روز
تک پھر زندہ ہو جاؤنگا۔
یہ راقم کہتا ہے کہ یہ قول وحی الٰہی کی بنا
پر ہوگا جو اسوقت ہوئی ہوگی کیونکہ اُس
وقت شہید مرحوم منقطعین میں داخل ہو چکا تھا
اور فرشتے اُس سے مصافحہ کرتے تھے تب
فرشتوں سے خبر پا کر ایسا اُس نے کہا۔ اور
اس قول کے یہ معنے تھے کہ وہ زندگی جو اولیاء
کو اور ابدال کو دیجاتی ہے چھ روز تک
مجھے مل جاوے گی اور قبل اس کے جو خدا کا دن
آوے یعنی ساتواں دن میں زندہ ہو جاؤنگا
اور یاد رہے کہ اولیاء اللہ اور خاص وہ لوگ
جو خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں وہ
چند دنوں کے بعد پھر زندہ کیے جاتے ہیں
جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ

یعنی تم انکو مردے مت خیال کرو جو اللہ کی راہ
میں قتل کیے جاتے ہیں وہ تو زندے ہیں۔
پس شہید مرحوم کا اسی مقام کی طرف اشارہ تھا
اور میں نے ایک کشفی نظر میں دیکھا کہ ایک درخت
سرو کی ایک بڑی لمبی شاخ جو بہت خوبصورت
اور سرسبز تھی ہمارے باغ میں سے کاٹی گئی
ہے اور وہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہے تو
کسی نے کہا کہ اس شاخ کو اس زمین میں جو
میرے مکان کے قریب ہے اُس بیری کے پاس
لگا دو جو اس سے پہلے کاٹی گئی تھی اور پھر
دوبارہ اُگے گی اور ساتھ ہی مجھے یہ وحی
ہوئی کہ کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری
طرف آیا۔ اس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ تخم کیطرح
شہید مرحوم کا خون زمین پر پڑا ہے اور وہ بہت
بارور ہو کر ہماری جماعت کو بڑھا دے گا۔
اسطرف میں نے یہ خواب دیکھا اور اُسطرف
شہید مرحوم نے کہا کہ چھ روز تک میں زندہ
کیا جاؤنگا۔ میرے خواب اور شہید مرحوم
کے اس قول کا مآل ایک ہی ہے۔ شہید مرحوم
نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے
اور در حقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ
کی محتاج تھی۔ اب تک ان میں ایسے بھی پائے
جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ادنیٰ خدمت
بجا لاتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اُس نے بڑا
کام کیا ہے اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان
رکھے حالانکہ خدا کا اُس پر احسان ہے کہ اس خدمت
کے لیے اُس نے اُسکو توفیق دی۔ بعض ایسے ہیں
کہ پورے زور اور پورے صدق سے اس طرف
نہیں آئے اور جس قوت ایمان اور انتہا درجہ
کے صدق و صفا کا وہ دعویٰ کرتے ہیں آخر
تک اس پر قائم نہیں رہ سکتے اور دنیا کی محبت
کے لیے دین کو کھو دیتے ہیں اور کسی ادنے

امتحان کی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ خدا کے سلسلہ میں بھی داخل ہو کر اُن کی دنیا داری کم نہیں ہوتی۔ لیکن خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایسے بھی ہیں کہ وہ سچے دل سے ایمان لائے اور سچے دل سے اس طرف کو اختیار کیا۔ اور اس راہ کے لیے ہر ایک دکھ اُٹھانے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن جس نمونہ کو اس جوانمرد نے ظاہر کر دیا اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں۔ خدا سب کو وہ ایمان سکھاوے اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ دنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے کامل انسان بننے سے روکتی ہے اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہوں گے مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں کہ یہ نمونہ دکھائیں گے۔

پھر ہم اصل واقعہ کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ جب شہید مرحوم نے ہر ایک مرتبہ توبہ کرنے کی فہمائش پر توبہ کرنے سے انکار کیا تو امیر نے اُن سے نومید ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسے کافر کی سنگسار سزا ہے۔ تب وہ فتویٰ اخوند زادہ مرحوم کے گلے میں لٹکا دیا گیا اور پھر امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اس میں رسی ڈال دی جائے اور اسی رسی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اس میں رسی ڈالی گئی۔ تب اس رسی کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل تک لے گئے اور امیر اپنے تمام مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں مفتیوں اور دیگر اہلکاروں کے یہ دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک پہنچا اور شہر کی ہزارہا مخلوق جن کا شمار کرنا مشکل ہے اس تماشا کے دیکھنے کے لیے گئی۔ جب مقتل پر پہنچے تو شہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جبکہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دیے گئے تھے امیر اُن کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچا لیتا ہوں۔ اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔ تب شہید مرحوم نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے اور جان کی کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جن کے لیے میں ایمان کو چھوڑ دوں۔ مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور میں حق کے لیے مروں گا۔ تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے کافر ہے اس کو جلد سنگسار کرو۔ اس وقت امیر اور اس کا بھائی نصر اللہ خان اور قاضی اور عبدالاحد کمیدان یہ لوگ سوار تھے اور باقی تمام لوگ پیادہ تھے۔ جب ایسی نازک حالت میں شہید مرحوم نے بار بار کہا کہ میں ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ قاضی نے کہا کہ آپ بادشاہ وقت ہیں آپ چلاویں۔ تب امیر نے جواب دیا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ تب قاضی نے گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی۔ پھر بعد اس کے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید مرحوم پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو۔ یہانتک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا۔ پھر امیر نے واپس ہونے کے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا کہ میں چھ روز تک زندہ ہو جاؤں گا اس پر چھ روز تک پہرہ رہنا چاہیے۔

بیان کیا گیا ہے کہ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا یکم اگست کو وقوع میں آیا۔ اس بیان میں اکثر حصہ ان لوگوں کا ہے جو اس سلسلہ کے مخالف تھے جنھوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ہم نے بھی پتھر مارے تھے۔ اور بعض ایسے آدمی بھی اس بیان میں داخل ہیں کہ شہید مرحوم کے پوشیدہ شاگرد تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس سے زیادہ دردناک ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کیونکہ امیر کے ظلم کو پورے طور پر ظاہر کرنا کسی نے روا نہیں رکھا اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت سے خطوط کے مشترک مطلب سے ہم نے خلاصہ لکھا ہے۔ ہر ایک قصہ میں اکثر مبالغہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ قصہ ہے کہ لوگوں نے امیر سے ڈر کر اس کا ظلم پورا پورا بیان نہیں کیا۔ اور بہت سی پردہ پوشی کرنی چاہی۔ شاہزادہ عبداللطیف کے لیے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی۔ **اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ انہ من یات ربہ مجرما فان لہ جہنم لا یموت فیہا ولا یحیی۔** افسوس کہ یہ امیر زیر آیت **من یقتل مومنا متعمدا** داخل ہو گیا اور ایک ذرہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لیے جان بھی فدا کرتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے۔

اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔ اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے +

نظم

آں جوانمرد و حبیب کردگار
جوہر خود کرد آخر آشکار
نقد جاں از بہر جاناں باختہ
دل ازیں فانی سرا پرداختہ
پُر خطر ہست ایں بیابان حیات
صد ہزاراں اژدہایش در جہات
صد ہزاراں آتشے تا آسماں
صد ہزاراں سیل خونخوار و دماں
صد ہزاراں فرسخے تا کوئے یار
دشت پُر خار و بلایش صد ہزار
بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم
ایں بیاباں کرد طے از یک قدم
ایں چنیں باید خدا را بندۂ
سر پئے دلدار خود افگندۂ
او پئے دلدار از خود مردہ بود
از پئے تریاق زہرے خوردہ بود
تا نہ نوشد جام ایں زہرے کسے
کے رہائی یابد از مرگ آں خسے
زیر ایں موت است پنہاں صد حیات
زندگی خواہی بخور جام ممات
تو گشتی بندۂ حرص و ہوا
ایں طلب از نفس دون تو کجا
دل بدیں دنیائے دوں آویختی
آبرو از بہر عصیاں ریختی

صد ہزاراں فوج شیطاں در پے است
تا بسوزد در جہنم چوں خس است
از پئے اُمید یا بہر خطر
مے شود ایمان تو زیر و زبر
از ہوائے ایں سرائے بے وفا
مے نہی دین خدا را از ہوا
دین بود دین خدائے آں نگار
اے بسا باطن خرابا دیں چو کار
پست ہمتی لاف استقلال مزن
در گلیم خویش بیروں پا مزن
خویشتن را نیک اندیشیدہ
اے ہزاراں بد بہ فہمیدہ
خوش شود گر دو دلشاں از قیل و قال
تا نمیری زندگی زندگی ناید بحال
کبر و کیں را ترک کن اے بد خصال
تا بتابد بر تو نور ذوالجلال
ایں چنیں بالا زبالا چوں پری
بگذراں ذات ہیچوں منکری
کاخ دنیا را چہ دیدہ استی بنا
گشت خوشت افتاد ایں فانی سرا
دل چرا غافل بہ بندد اندریں
تا کجا باید شدن بیروں ازیں
از پئے دنیا بریدن از خدا
ہست ہمیں باشد نشان اشقیا
چوں شود بخشائیش حق بر کسے
دل کشد مانند بیابان بسے
خوشتر آید بیابان تپاں
تا دروں نالد ز ہجر دلستاں
پیش از مردن بمیر ار حق شناس
زینکہ محکم نیست دنیا را اساس
ہوش کن ایں جا نگہ جائے فناست
با خدائے باش چوں آخر خداست
زہر قاتل گر بدست خود خوری
من چساں دانم کہ تو دانشوری
ہیں کہ ایں عبداللطیف پاک مرد
چوں پئے حق خویشتن برباد کرد
جاں بصدق آں دلستاں دادہ است
تا کنوں در سنگہا افتادہ است
ایں بود رسم و رہ صدق و وفا
ایں بود مرداں حق را انتہا
از پئے آں زندہ از خود فانی اند
جاں فشاں بر مسلک ربانی اند
فارغ افتادہ ز نام و عز و جاہ
دل ز کف وز فرق افتادہ کلاہ
دور تر از خود بیار آویختہ
آبرو از بہر روئے ریختہ
ذکر شاں ہم میدہد یاد از خدا
صدق ورزاں در جناب کبریا
گر بگوئی ایں چنیں ایماں بود
کار ہر جو بندگاں آساں بود
لیک تو افتادہ در دنیا اسیر
تا نمیری کے رہی زیں دار و گیر
تا نمیری اے سگ دنیا پرست
دامن آں یار کے آید بدست
نیست شو تا بر تو فیضانے رسد
جاں بیفشاں تا دگر جانے رسد
تو گذاری عمر خود در کبر و کیں
چشم بستہ از رہ صدق و یقیں
نیک دل با نیکواں دارد سرے
ہر گہر نقشے زند بر گوہرے
ہست دیں تخم فنا را کاشتن
وز سر ہستی قدم برداشتن
چوں بیفتی باد و صد درد و نفیر
کس ہمے خیزد کہ گردد دستگیر
با خبر را دل تپد بہر بے خبر
رحم بر کورے کند اہل بصر
ہمچنیں قانون قدرت او فتاد
مر ضعیفاں را قوی آرد بیاد

ہمارا مقدمہ

۱۵ دسمبر ۱۹۰۳ء سے لیکر ۱۹ دسمبر ۱۹۰۳ء تک عدالت لالہ چندو لال صاحب مجسٹریٹ درجہ اول میں پیش ہوتا رہا۔ ان تاریخوں میں اول مولوی کرم الدین پر بقایا جرح ہوئی جو حکیم فضل الدین کی طرف سے کی گئی۔ اور مولوی کرم الدین کے گواہان استغاثہ مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال اور مولوی محمد جی قاضی تحصیل جہلم کی شہادت ہوئی۔ اور ان پر بہت ہی مختصر سی جرح۔ اور پہلے گواہان میں سے منشی برکت علی صاحب منصف جہلم۔ میاں اللہ دتا خیاط سوہنی میاں عبدالسبحان ساتیاں والے پر کسی قدر جرح کی گئی۔ اور مولوی ثناء اللہ امرتسری پر جرح شروع ہوئی۔ ان شہادتوں کے متعلق ضروری حالات اور ان کے بیانات ناظرین انشاء اللہ تعالیٰ اختتام مقدمہ پر تفصیل کے ساتھ پڑھ سکیں گے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۳ء کو تعطیل بعلت اتوار تھی اس لیے مقدمہ پیش نہیں ہوا۔ ۲۱ دسمبر کو مجسٹریٹ صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب پر جو جرح شروع تھی فی الحال ختم کر دیا اس غرض سے کہ فریقین آئندہ تاریخ پیشی پر جو ۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء مقرر ہوئی ہے اس مقدمہ کے متعلق اپنی تقریریں کریں۔

یہ تو حالات اس مقدمہ کے متعلق ہیں جو مولوی کرم الدین کی طرف سے دائر ہے۔ مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند یعنی مقدمہ دغا جس میں مولوی کرم الدین پر فرد قرارداد جرم لگ چکا ہے ۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو مجسٹریٹ صاحب نے فیصلہ سنانے کا حکم دیا۔

مقدمہ زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند میں وکلاء فریقین کی تقریروں کی غرض کے لیے بھی فی الحال یہی تاریخ ۱۳ جنوری مقرر ہوئی ہے

ایڈیٹر الحکم بنام مولوی کرم الدین و مولوی فقیر محمد میں ملزم کا بیان لے لیا گیا۔ مولوی کرم الدین نے ۶ و ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے سراج الاخبار کے مضامین لکھنے سے انکار کیا مگر مولوی فقیر محمد ایڈیٹر سراج الاخبار نے صاف کہہ دیا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ مضمون مولوی کرم الدین ہی کے لکھے ہوئے ہیں مجسٹریٹ صاحب نے ۱۹ تاریخ اس امر کے لیے مقرر کی تھی کہ وہ اس مقدمہ میں فیصلہ دیں کہ آیا ملزمان پر فرد قرارداد جرم لگایا جاوے؟ مگر مولوی کرم الدین کے مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی میں چونکہ تقریروں کا سننا منظور کیا ہے۔ اس لیے اس مقدمہ میں بھی اسی تاریخ پر تقریریں سننے کا حکم دیا۔

پیر مہر علی شاہ صاحب گواہ استغاثہ بمقدمہ ایڈیٹر الحکم کے نام جو پچھلی پیشی پر بغرض حاضری کے لیے جاری کیا ہوا تھا اور پیر صاحب کے سیکرٹری صاحب کو بھی اطلاع دی تھی کہ وہ پیر صاحب کو ۱۹ دسمبر کو حاضر ہونے کے لیے اطلاع کر دیں جو اسی وقت پیر صاحب کے کارندہ میاں گلاب خان کو دیدی گئی تھی۔ لیکن اس عدالت سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ پیر صاحب پر بیماری کا حملہ بدستور جاری رہا۔ اور وہ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۳ء کو حاضر نہ ہو سکے صرف ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ پیش کیا گیا جو میاں گلاب خان صاحب لیکر آئے تھے۔

مجسٹریٹ صاحب نے پیر صاحب کی مسلسل بیماری پر نظر کر کے فی الحال ان کو [illegible] ادائے شہادت کے بارے سے سبکدوش کیا اور آئندہ اگر کسی مرحلہ پر انکی ضرورت پڑی تو شاید پھر تشریف لاویں بہر حال اس وقت تک طلب نہیں کیا گیا۔

گورداسپور میں اعلیحضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو رویا و الہام ہوئے وہ دوسری جگہ درج ہیں

ایک خط

سلسلہ کے لیے دیکھو گذشتہ اشاعت

عالم برزخ میں اور یہ واقعات اس عالم سے نہیں ہیں۔ اور نہ مدرکات ان حواس سے ہیں ورنہ ایمان بالغیب کی حکمت تلف ہو جائے گی اور دنیا ایمان بالغیب کی جگہ نہ رہے گی۔ اور تم اللہ خدا سے ڈرو۔ کہیں تم مسیح کی محبت میں اپنے ایمان کا ستیا ناس۔ خدا تمہاری عقل کی آنکھیں کھولے بیجا ضد اور ہٹ سے باز آ جاؤ خدا کے وعدوں کو نہ توڑو۔ اور اپنی خیالی عقائد کی وجہ سے اسکی حکمتوں کے بدلنے اور الٹ پلٹ کرنے کا ارادہ نہ کرو۔ اُس کا ارادہ غالب ہے۔ اسکی حکمت مستحکم و مضبوط ہے تم سے اسکی حکمت الٹ پلٹ نہیں ہو سکتی یہ تمہارا ارادہ فضول اور ہیچ چلنے والا خیال ہے۔ وہ قوی تم ضعیف۔ وہ قادر تم عاجز عاجز قادر پر کیونکر غالب ہو سکتا ہے۔ یہ تمہارا خیال ایک احمقانہ خیال ہے۔ زمین و آسمان ٹل جائیں گے پر اُسکی باتیں نہیں ٹلیں گی لا تبدیل لکلمات اللہ۔

تیسری آیت جس میں لوگ احیاء موت حقیقی سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّہِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِہَا۔ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ہٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِہَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّہْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُہَا ثُمَّ نَکْسُوْہَا لَحْمًا۔ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ترجمہ۔ یا مثلاً اُس شخص کیطرف بھی نظر نہیں کی یعنی کی جو ایک اجڑ بستی پر گذرا اور وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی یعنی اُجڑی ہوئی بستی پر گذرا اور اُسنے کہا کہ اللہ اس زمین کو اسکی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا یعنی اس تباہ و برباد شدہ بستی کو ایسی تباہی اور ویرانی کے بعد کب اور کیسے زندہ کرے گا پس اللہ نے سو برس کی نیند اُسپر طاری کی پھر اُسکو اُٹھایا اور پوچھا کہ تو کتنی مدت ٹھیرا رہا۔ اُس نے جواب دیا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ ایسی حالت سے اللہ نے فرمایا بلکہ تو سو سال تک ٹھیرا رہا۔ پھر فرمایا اپنے کھانے اور پینے کیطرف دیکھ اُسپر سن اور برس نہیں گذرے اور اپنے گدھے کیطرف بھی دیکھ اور ہم تجھے لوگوں کی نظر میں ایک نشان قائم کرنا چاہتے ہیں اور ان ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ ہم انکو کیسے بڑھاتے اور گوشت پہناتے ہیں پس جب اُسپر حقیقت کھلگئی کہنے لگا میں جانتا ہوں بلاشک ہر چیز پر قادر ہے۔

اکثر تفاسیر میں فاماتہ اللہ کے معنی یہ ہی لکھے ہیں فانامہ اللہ یعنی اللہ نے اُسکو سُلا دیا دیکھو معالم ص۱۲۳ فالقی اللہ تعالی علیہ النوم اور لغت عرب میں بھی موت کے معنے نوم کے ہیں تو پھر کیوں اور معنی لیے جاتے ہیں حالانکہ آیتکا سیاق و سباق یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک کشفی حالت اور خواب تھی جو اللہ تعالے نے اپنے نبی پر ظاہر کی۔ یہ حضرت یحییٰ یا حزقیل علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔ بخت نصر نے ۵۸۸ قبل مسیح میں بیت المقدس کو فتح کرکے معبد کو جلا دیا اور تمام شہر کو ویران کر دیا تھا ۵۳۶ قبل مسیح میں یحییٰ نبی اس طرف گئے تو بیت المقدس جلا ہوا اور ڈھیر ہوا پڑا تھا یہ حالت دیکھکر انکو سخت رنج ہوا اور سوال کیا کہ اللہ تعالے اسکی موت کے پیچھے اسکو کیسے زندہ کریگا۔ یعنی ایسی تباہی اور ویرانی کے بعد پھر کیسے آباد ہوگا اس کے بعد ارتخششتا بی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ نے انکو اُداس دیکھکر رنج کا موجب دریافت کیا آپ نے بیت المقدس کا حال سُنا دیا تب بادشاہ نے اُن کو بیت المقدس تعمیر کرنے کی اجازت دی چونکہ اُس میں بزرگان و انبیاء بنی اسرائیل کے مزار بکثرت تھے اسلیے یحییٰ علیہ السلام کو انکے آباد ہو جانے کا بڑا فکر تھا اور خدا سے ہمیشہ دعائیں کرتے تھے اس حالت میں انکو کشف ہوا۔ پس اُسی کشفی حالت میں اللہ تعالے نے انکو سو سال مردہ رکھا۔ اہل باطن میں یہ عام مشاہدہ کی بات ہے کہ گھنٹوں میں سیکڑوں سال کے معاملات دیکھ آتا ہے ایک جگہ بیٹھا ہوا کئی جگہ سیر کر آتا ہے اور دور دور دیکو نظر آ جاتا ہے جیسا کہ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسقدر سیر کی اور علوم حاصل کیے جو معمولی حالت میں صدیوں میں بھی میسر نہیں آسکتے ہیں۔ یہ ہی ایک بڑا ذریعہ لا انتہا معلومات اور عجیب ترقیات کا ہے۔ کذلک نری ابراھیم ملکوت السموات و الارض۔ جس میں یہی اندرونی آنکھ کیطرف اشارہ ہے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو کشف میں ہی گذشتہ اور آیندہ حالات دکھلائے جاتے ہیں گذشتہ واقعات کے نسبت اللہ تعالے اپنے نبی کو مخاطب کرکے بار بار یہی فرماتا ہے کہ کیا تونے نہیں دیکھا پس وہ دیکھنا کشفی حالت کا ہے کشف میں ہی ہزاروں مشکلات حل ہوتی اور قدرۃ الٰہیہ کے عجائبات نظر آتے ہیں۔ اسی طرح یہ یحییٰ نبی کا کشف ہے جو کشفی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا ہے جیسا کہ الم تر کا لفظ ظاہر کرتا ہے دیکھو سیاق آیت الم تر الی الذی حاج ابراھیم فی ربہ جس کے اوپر او کالذی مر علی قریۃ معطوف ہے۔ پس ہر ایک وحی متلو جو گذشتہ یا آیندہ حالت پر مشتمل ہوتی ہے اسکی اصل حقیقت مکاشفات سے ہی معلوم ہوتی ہے۔ کشف کی سو سال موت سے جب یحییٰ نبی پیدا ہوئے اُسوقت وحی کے ذریعہ اللہ تعالے نے پوچھا کہ کسقدر دیر ٹھیرا یہ سوال کشفی مدت اور یعنی عالم مثال کی نسبت تھا مگر یحییٰ نبی نے بظاہر عالم کون و فساد کا سوال سمجھکر جواب دیا کہ میں ایکدن یا دن کا کچھ حصہ ٹھیرا ہوں۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ تو سو سال تک اُس نظارہ کو دیکھتا تھا اور یہ سوال جناب باری عالم مثال و عالم کشف کے متعلق تھا۔ اور یہ جواب جناب باری کا (بل لبثت مائۃ عام) بھی باعتبار مدۃ عالم مثال و حالت کشف ہے لیکن اشتباہ اس سے یہ واقع ہوا کہ اصلی مدۃ قیام اور خواب بھی سو سال ہے تو اسکو نے رفع شک کے لیے کہ وہ بات تو خواب یا کشف کی تھی یعنی عالم مثال کے سو سال تھے اس دنیا کے سال نہیں تھے کیونکہ تو اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھ کہ ان پر سال نہیں گذرے اپنے گدھے کو دیکھ کہ وہ صحیح اور تندرست کھڑا ہے وہ نہ مرا نہ دبلا ہوا اس لیے اگر حقیقتاً سو سال گذر گئے ہوتے تو یہ کھانے پینے کی کل چیزیں گل سڑ کر نیست و نابود ہو گئی ہوتیں اور انپر نظر کرنے کا لفظ عائد نہ ہو سکتا اور یہ الفاظ (وانظر الی طعامک وشرابک لم یتسنہ) خلاف واقع اور غلط ہو جاتے حقیقت کشف اور مدت قیام کی اصلیت کو ظاہر کرتے اور سو سال کے اشتباہ کو صاف کرنے کے لیے اللہ تعالے نے وحی